

احکام شرو حجاب

مولانا عبدالرحمن کیلانی لاہور

عورت کے چہرہ پر نقاب کو آج کی مہذب دنیا میں انتہا کی مکروہ اور گھناؤنی چیز سمجھا جاتا ہے اور اسے ظلم، تنگ خیالی اور وحشت کی علامت قرار دیا جاتا ہے۔ مشرقی اقوام کی جہالت اور تمدنی پسماندگی کا سب سے بڑا سبب بھی پردہ ہی بتلایا جاتا ہے اور جب کسی ملک کی ترقی کا ذکر مقصود ہو تو سر فہرست یہ دیکھا جاتا ہے کہ وہاں سے پردہ رخصت ہوا ہے یا نہیں؟ کیونکہ پردہ کی موجودگی میں اس تہذیب کو اپنے کھیل کھیلنے کا موقع نسبتاً کم ہی نظر آتا ہے۔

اب یہ تو ظاہر ہے کہ صرف اسلام ہی کیا، کوئی بھی الٹا مہذب فحاشی اور بے حیائی کی اجازت نہیں دیتا۔ اور معاشرہ میں پھیلی ہوئی عام بے حیائی کو روکنے کا ایک مؤثر حائل یہی پردہ ہے۔ اب بھی دیکھنا یہ ہے کہ یورپ، جس کا اکثریتی اور سرکاری مذہب عیسائیت ہے وہ فحاشی کو پھیلانے میں اتنی زیادہ دلچسپی کیوں رکھتا ہے اور اس نے اپنی اولین ہدف پردہ کو کیوں بنا رکھا ہے؟ نیز وہ کون سے اسباب و علل ہیں جن کی بنا پر خود یورپ میں فحاشی اپنی انتہا کو پہنچی ہے۔

یہ تو آپ کو معلوم ہو گا کہ فرانس کا انقلاب (۱۷۸۹ء) قیصریت اور پٹیوت کی دشمنی کے نتیجے میں اور ان دونوں چیزوں کی دوسری انتہا کے طور پر

معروض وجود میں آیا تھا۔ موجودہ دور کی جمہوریت کا آغاز بھی اسی انقلاب فرانس سے شروع ہوتا ہے۔ اس انقلاب نے جہاں ملکیت کی تمام قدروں کو پامال کیا وہاں مذہب کی تمام اقدار کو بھی خیر باد کہہ دیا۔ مذہب سے بے اعتنائی اور دشمنی کی وجہ دو تھیں۔ سب سے بڑی وجہ تو یہ تھی کہ یہ مذہب زندگی کے جملہ پہلوؤں میں راہنمائی نہیں دے سکتا تھا۔ اور دوسری

یک بیشوائیت میں کچھ ایسے مفاسد پیدا ہو گئے تھے۔ جنہوں نے عوام کو مذہب سے متنفر کر دیا تھا۔ انقلاب کے بعد جمیٹ و طینت فرانس نے اپنا مشہور منشور و فرمان حریت "شائع کیا جس کی ایک شوق حریت رائے دنیا اور مطبوعات (یعنی پریس کی آزادی)" بھی تھی۔ بس یہی اس موجودہ بے حیائی و بے راہ روی کا نقطہ آغاز ہے۔

اسباب

۱۔ حریت فکر و خیال: چنانچہ فرانس ہی کے مصنفین اور ادیبوں نے سب سے پہلے شہوانی جذبات کی تسکین کی خاطر اس مشن کا افتتاح کیا تھا۔ ان حضرات نے معاشرہ کی توجہ کچھ اس قسم کے امور کی طرف دلائی۔ کہ نکاح ایک غیر فطری چیز ہے۔ انسان بھی آخر حیوان ہی تو ہے۔ توجہ حیوانی دنیا میں نکاح کے بندھنوں کا وجود نہیں پایا جاتا تو آخر انسانی دنیا میں اس کی کیا ضرورت ہے۔ جوانی پر تقویٰ کی مصیبت کیوں ڈالی گئی ہے۔ پھر اگر نکاح کے باوجود کوئی شخص دوسری عورت سے محبت کرتا ہے تو اس کا کیا بگڑ جاتا ہے۔ نکاح کے بعد کیا مرد کا یا عورت کا دل اندر سے نکل جاتا ہے کہ اس سے محبت کرنے کا حق پھین لیا جائے۔ وغیرہ وغیرہ۔ چنانچہ اس گمراہی کی ایک ادیبہ نورساں جو خود انتہائی حیا باختہ اور بدکار عورت تھی اپنے ناول "ٹراک" میں لکھتی ہے کہ:-

"میری رائے میں نکاح تمام اجتماعی طریقوں میں وہ انتہائی وحشیانہ طریقہ ہے جس کا تصور کیا جاسکتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ آخر کار یہ طریقہ موقوف ہو جائے گا، اسی طبقہ کا ایک دوسرا مصنف بول ادان فوجوانوں کو یوں مخاطب کرتا ہے کہ:-

"نادان ہے وہ جو محبت کا مندر تعمیر کر کے اس میں ایک ہی بت کا بجا رہی بن کر بیٹھ جاتا ہے۔ لطف کی ہر گھڑی میں ایک نئے مہمان کا انتخاب کرنا چاہیے۔" تلہ

اور ایک تیسرا مصنف ہیلوئی یوں رقمطراز ہوا کہ:-
 ”اخلاق کی بندشیں دراصل انسانی ذہن اور دماغی قوتوں کے نشوونما میں حاصل ہوتی ہیں۔
 جب تک ان کو بالکل نہ چھوڑ دیا جائے اور انسان پوری آزادی کے ساتھ جسمانی لذات
 سے متمتع نہ ہو، کوئی عقلی و عملی اور مادی و روحانی ارتقاء ممکن نہیں ہے۔“
 غرض اس طرح کے وسیع پیمانہ پر لٹریچر نے جنسی بے راہ روی کی راہ ہموار کرنے کے

سلسلہ میں بنیاد کا کام دیا۔

۲۔ مائتھس کا نظریہ آبادی مائتھس (۱۷۶۶-۱۸۳۴ء) برطانیہ کا مشہور ماہر اقتصادیات
 تھا۔ اس نے ۱۷۹۸ء میں ایک کتاب ”اصول آبادی“ لکھ

کر یہ نظریہ پیش کیا تھا کہ انسانی آبادی جو میرٹی کے حساب یعنی ۱-۲-۴-۸ کی نسبت سے
 بڑھ رہی ہے جبکہ وسائل پیداوار حساب کی نسبت یعنی ۱-۲-۳-۴ کی نسبت سے بڑھتے
 ہیں۔ اور اپنے اس نظریہ کے مطابق اس نے پیشین گوئی کی کہ اگر وسائل پیداوار اور انسانی
 پیدائش کی یہی صورت حال رہی تو برطانیہ چند ہی سالوں بعد فلاس کا شکار ہو جائے گا۔ اور اس
 کا علاج یہ تجویز کیا کہ انسانی پیدائش پر کنٹرول کیا جانا چاہیے اور شادی میں حتی الوسع تاخیر
 سے کام لینا چاہیے۔

لیکن تاریخ نے مائتھس کے اس نظریہ کو غلط ثابت کر دیا۔ برطانیہ کی خوشحالی بڑھتی گئی
 اور اس کی وجہ وہ صنعتی انقلاب تھا جس کے آغاز کا مائتھس نے خود بھی ذکر کیا ہے۔ چنانچہ بعد میں
 آنے والے معیشت دانوں نے اسے ”جھوٹا پیشین گو“ کے نام سے یاد کیا۔

البتہ اس کا نظریہ برہم کنٹرول معاشرہ میں رواج پا گیا۔ حمل کو بذریعہ ادویات ضائع کرنے کا
 عمل جو اس کے نزدیک وقت کی ضرورت تھی، عیاشی و فحاشی اور بدکاری کا بڑا مؤثر سبب بن
 گیا۔ مائتھس کے بعد ایک تحریک اُٹھی جس کا بنیادی اصول یہ تھا کہ نفس کی خواہش کو آزادی
 کے ساتھ پورا کیا جائے۔ مگر اس کے فطری نتیجے یعنی اولاد کی پیدائش کو سائنٹفک ذرائع سے

روک دیا جائے۔ اس طبقہ کے لٹریچر میں جس طرز استدلال پر زور دیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ ہنسنا کو فطری طور پر تین پرنزور حاجتوں سے سابقہ پڑتا ہے۔ غولاک آرام اور شہوت۔ اور تینوں باتوں کے پورا کرنے سے ہی انسان کو تسکین بھی نصیب ہوتی ہے اور خاص لذت بھی عقل اور منطق کا تقاضا یہ ہے کہ انسان ان کی تسکین کی طرف پکے۔ پہلی دو باتوں کے معاملہ میں تو اس کا طرز عمل ہے بھی لیکن عجیب بات ہے کہ تیسری جز کے معاملہ میں انسان کا طرز عمل یکسر مختلف ہے۔ اجتماعی اخلاق نے یہ پابندی عائد کر دی ہے کہ اس خواہش کو نکالنے سے باہر پورا نہ کیا جائے۔ اور مزید پابندی یہ کہ اولاد کی پیدائش کو نہ روکا جائے۔ یہ پابندیاں سراسر لغو۔ عقل اور منطق کے خلاف اور انسانیت کے لیے بدترین نتائج پیدا کرنے والی ہیں لہ

اس نظریہ کا ایک لیڈر اس ذریعہ سے پھیلی ہوئی فحاشی پر غور ہو کر لکھتا ہے کہ:

پچھلے ۲۵ سال میں ہم کو اتنی کامیابی تو ہو چکی ہے کہ اگر کوئی بچہ پیدا ہو بھی جائے تو اس حرامی بچہ کو قریب قریب حلالی بچہ کا ہم مرتبہ کر دیا گیا ہے۔ اب صرف اتنی کسر باقی ہے کہ صرف پہلی ہی قسم کے بچے ہی پیدا ہوا کریں۔ تاکہ تقابل کا سوال ہی باقی نہ رہے لہ

۳۔ سرمایہ دار کا کردار:- فرانس کے منشور نے ”حریت شخصی“ کے نام پر آزادی بخشی تھی۔ اس نے

کسب معاش کے سلسلہ میں افراد کو بے پناہ آزادی عطا کر دی۔ جس کی رو سے ہر شخص ہر ممکن طریقہ سے دولت سیٹھنے میں مکمل طور پر آزاد تھا۔ اس پر اگر کچھ پابندی تھی تو صرف یہ کہ وہ حکومت و اجبات یعنی ٹیکس وغیرہ ادا کر دیا کرے۔ اس لامتناہی آزادی کی بنا پر، خالص خود غرضی پر مبنی سرمایہ دارانہ نظام وجود میں آ گیا۔

جس میں اجتماعی مفادات کو انفرادی مفادات کی بھینٹ چڑھا دیا جاتا ہے۔ سرمایہ دار کو کچھ غرض ہوتی ہے تو صرف یہ کہ وہ اپنے کاروبار کے ذریعہ لوگوں کی حسیوں پر زیادہ سے زیادہ دُکال ڈال سکے۔ رہے

اس کاروبار کے معاشرہ پر تباہ کن اثرات اور نقصانات، تو یہ اس کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔ چنانچہ اس دور میں سود قرار اور شراب کے بوفروغ حاصل ہوا پہلے بھی

لہ اس اعتراض کا جواب امتلا کے آخر میں ”چند متفرق مباحث“ میں ملاحظہ فرمائیے۔

۴۵ پر دہ ص

نہ ہوا تھا۔ قمار اور سود کی چند در چند اقسام کو جاذب اور دلکش انداز میں پیش کر کے معاشرہ میں رائج کر دیا گیا۔ اسی دور کے سرمایہ دار نے انسان کی اس بنیادی اور مخفی کمزوری یعنی شہوانیت سے بھی خوب نفع فائدہ اٹھایا۔ اس نے خوبصورت عورت کی خدمات حاصل کر کے تھیرٹر، قصہ کا ہیں اور فلم سازی کے ادارے قائم کیے۔ کوشش یہ کی گئی کہ ان خوبصورت عورتوں کو ممکن حد تک برہمنہ صورت میں پیش کیے اور لوگوں کے شہوانی ہیجان کو خوب بھڑکا کر ان کی جیبوں پر ہڑاک ڈلا جائے بعض دوسرے حکومت لائسنس حاصل کر کے باقاعدہ قحبہ گری کے اڈے قائم کر دیئے کچھ دوسرے میک اپ کا اعلیٰ سے اعلیٰ سامان تیار کیا اور اسکی اشتہار بازی میں خوبصورت عورتوں کی تصاویر کو جاذب نظر انداز میں پیش کیا۔ کچھ اور سرمایہ داروں نے برہمنہ قسم کے اور ہڈیلے لباس تیار کر کے اسے انہیں خوبصورت عورتوں کے ذریعہ معاشرہ میں مقبول بنایا اور اسے نئے فیشن کا نام دیا۔ پھر یہ سرمایہ دار مزید جلب منفعت کی غرض سے ہر آئے دن یہ فیشن بدلتا کرتا تھا اس طرح سرمایہ دار نے اپنی تجارت کو فروغ دینے کی خاطر معاشرہ کو شہوانی ہیجان کے زخیم ہونے والے جہنم میں دھکیل دیا۔ جس کی وجہ سے فحاشی اور بدکاری آپ سے آپ بڑھتی چلی گئی۔

۴۔ نئی ایجادات یہی انیسویں صدی کا زمانہ سائنسی ایجادات کا بھی دور تھا۔ جس میں ریڈیو اور گراموفون کی ایجاد نے مغربی عورتوں کے وقار کو معاشرہ میں بلند مقام عطا کر دیا۔ دوسری طرف ایسی عورتوں کی آواز اور شہوانیت کو بھڑکانے والے گیت بھی ہر گھر میں بجنے لگے۔ بعد کے ادوار میں ٹیلی ویژن بھی بکار اور وی۔ ڈی او کیسٹوں کی ایجاد نے بھی اس فحاشی کے فروغ میں نمایاں کردار ادا کیا۔ اور جس بات کیلئے لوگ تھیرٹروں۔ رقص گاہوں اور سینماؤں جانے کی زحمت گوارا کرتے تھے یہ نعمت انہیں گھر بیٹھے ہی مہیا ہونے لگی۔

۵۔ معیاری زندگی کی بلند ابتدائی میک اپ کا سامان فیشن دار ہر آن بدلنے والے ملبوسات

اور یہ سائنسی ایجادات ایک مخصوص طبقہ تک محدود تھیں۔ سرمایہ دار نے ان چیزوں کا اتنا بھرپور پروپیگنڈہ کیا کہ جو اشیاء پہلے سامان قیص شمار ہوتی تھیں۔ اب وہ ضروریات زندگی بن گئیں۔ اس طرح جب اخراجات بڑھے۔ تو عورت بھی ہاتھ بٹانے کی خاطر کسب و معاش کے میدان میں مکمل آئی۔ وہ عورت جو پہلے گھر کی زینت تھی۔ بازاروں، دکانوں، فیکٹریوں، اور کارخانوں میں آکر مردوں کے دوش بدوش کام کرنے لگی۔ اس طرح اختلاط مرد و زن سے فحاشی کیلئے ایک نیا میدان معرض وجود میں آگیا۔ زندگی کا دوسرا ہیرو جواب تک جام پڑا تھا۔ حرکت میں آگیا اور زندگی اس تہذیب و تمدن کی منازل کو بڑی سرعت سے طے کرنے لگی۔ اسی بلند معیار زندگی کا ایک اضطرابی پہلو یہ بھی تھا کہ بچے کم سے کم پیدا ہوں اس کے ماحولیاتی اثرات کو مزید فروغ حاصل ہوا۔

۱۔ مخلوط تعلیم :- معاشی کاروبار میں شرکت کا دوسرا پہلو یہ بھی تھا کہ پڑھی لکھی عورت جاہل عورت سے بہر حال بہتر ہے۔ لہذا مخلوط تعلیمی ادارے قائم ہوئے سکول کالج، یونیورسٹیاں غرض کوئی تعلیمی ادارہ ایسا نہ رہا جہاں نوجوان لڑکے اور لڑکیاں اکٹھے تعلیم نہ پاسکیں۔ اب قوم کے یہ بچے تعلیم تو حاصل کرتے ہی ہوں گے ان کی زیادہ تر توجہ محبت کی پیکیں چڑھانے اور فحاشی کی تجرباتی تعلیم حاصل کرنے پر مرکوز رہتی تھی۔ چنانچہ یورپ سے شائع ہونے والے جرید کے بیانات کے مطابق تقریباً نصف تعداد لڑکوں اور لڑکیوں کی ایسی ہوتی ہے۔ جو سکول سے فراغت سے پیشتر ایسے تجربے حاصل کر چکے ہوتے ہیں۔

۷۔ عورت کا حق طلاق :- فرمان حریت کی ایک شق جنسی مساوات بھی ہے جس کی رو سے مساوات مرد و زن کا لغزہ بلند کیا گیا۔ اور اسی شق کی رو سے عورت کو حق طلاق بھی دیا گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب نو میرج (NOV MARRIAGE) کے ذریعہ نکاح میں آنے والے جوڑے میں سے کسی ایک فریق کا دوسرے سے جی بھر جاتا ہے۔ نو وہ اسے فوراً طلاق دے دیتا ہے اور وہ دونوں نئے ازدواجی تجربے کرنے لگتے ہیں۔ اس طرح نکاح کا یہ بندھن جو مقدس اور مذہبی فریضہ سمجھا کر اسے زندگی بھر نباہنے کی کوشش کی جاتی تھی۔ اب محض ایک ذاتی فعل سمجھا جانے لگا۔ اور جب یہ بندھن بھی کمزور پڑ گیا تو اسی نسبت سے فحاشی کا فروغ اس کا لازمی نتیجہ تھا۔

۸۔ لواطت کا قانونی جواز :- فحاشی کی انتہائی گہرائیوں تک پہنچنے میں اب صرف ایک ہی کھرباتی رہ گئی تھی اور وہ بھی لواطت چنانچہ جرمنی کے ایک ڈاکٹر برٹفیلڈ نے لواطت کے حق میں متواتر چھ سال تک پروپیگنڈہ کیا۔ اس پروپیگنڈہ کی مقبولیت اور بہرہ گیری کے لیے زمین پہلے سے تیار تھی۔ چنانچہ جرمن پارلیمنٹ نے کثرت رائے سے یہ مرحلہ بھی طے کر لیا۔ اور قانون پاس کر دیا کہ اب یہ فعل جرم نہیں ہے بشرطیکہ طرفین کی رضامندی سے اس کا ارتکاب کیا جائے۔ اور معمول کے نابالغ ہونے کی صورت میں اس کا ولی ایجاب و قبول کی رسم ادا کر سکتا ہے۔ اور برطانیہ میں جب ایک وزیر صاحب خود لواطت کر بیٹھے تو یہ مسئلہ پارلیمنٹ میں

باقاعدہ طور پر اٹھایا گیا وزیر صاحب اس مسئلہ میں قطعاً پشیمان یا پریشان نہیں ہوئے بلکہ پارلیمنٹ کے ممبران کی اکثریت کے بل بوتے پر ہم جنسی HOMOSEX کا بل منظور کرالیا جس کی رو سے لوہٹ کو قانونی جواز حاصل ہو گیا۔

نتائج

اب ہم مغربی ممالک میں فحاشی کی پھیلی ہوئی اس دہکے ثمرات کو مختصر نگاہ کی صورت میں پیش کرتے ہیں:

۱۔ فحاشی کی کثرت جو ہر عمر کے مرد اور عورت میں یکساں طور پر پائی جاتی ہے۔ بعض عورتوں نے اس کا دوبارہ کو پیشہ کی حیثیت سے اور اپنی مرضی سے اختیار کر رکھا ہے۔

بیکہ بعض دوسری عورتیں جزدی طور پر یہ کاروبار کرتی ہیں۔ صرف لندن شہر میں علامہ بدکاری کرنے والی عورتوں کی تعداد تیس ہزار ہے۔ اس سلسلہ میں محرمات تک کا بھی کوئی لحاظ نہیں رکھا جاتا۔ بیٹی سے باپ کے جنسی تعلقات، اور ماں سے بیٹے کے تعلقات بھی جرائم میں شامل ہو چکے ہیں۔

۲۔ شہوانی ماحول کا بچوں پر اثر اس ماحول کا بچوں پر اثر یہ ہوتا ہے کہ بلوغت کی حقیقی عمر سے بہت پہلے بالغ ہو جاتے ہیں اور ایسے جرائم میں ملوث ہو جاتے ہیں۔ ایک مسند ڈاکٹر ایڈیٹھ کوکرا اپنی تصنیف LAWS OF SEX میں لکھتی ہے کہ: "ایک سا برس کی چھوٹی سی لڑکی جو ایک نہایت شریف خاندان کی چشم و چراغ تھی خواہ اپنے بڑے بھائی اور اس کے چند دوستوں کے ساتھ ملوث ہوئی۔ ایک دوسرا واقعہ یہ ہے کہ پانچ بچوں کا ایک گروہ جو دو لڑکیوں اور تین لڑکوں پر مشتمل تھا باہم شہوانی تعلقات میں وابستہ رہ گئے اور انہوں نے دوسرے ہم عمر بچوں کو بھی اس کی ترغیب دی۔ ان میں سب سے بڑے بچے کی عمر صرف ۱۰ سال کی تھی۔"

یہ حالات امریکہ کے ہیں جہاں بچوں کی بلوغت کی عمر ۱۵ سال اور لڑکیوں کی یہ عمر ۱۴ سال ہوتی ہے۔

۳۔ ادویات و آلات منع حمل کی بکثرت خرید و فروخت اس معاشرہ میں چونکہ لڑکیاں اور لڑکے ایسے آلات کو انچہ پاس پہلے سے رکھنا ضروری سمجھتے ہیں تاکہ کوئی "سنہری موقع" ضائع نہ ہونے پائے لہذا ان اشیاء کی برعکس اور بے حیاانہ خرید و فروخت ہوتی ہے کہ ان جنس کے بچوں میں شمار ہونے لگی ہیں۔

۴۔ امراض خبیثہ :- یعنی آتشک اور سوزاک کی کثرت۔ جو اس طرح پھیلی ہوئی فحاشی کی وبا کا لازمی نتیجہ ہوتا ہے۔ اندازہ کیا گیا کہ امریکہ کی تقریباً ۹۰٪ آبادی ان امراض سے متاثر ہے۔ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا کے مطابق وہاں کے سرکاری دواخانوں میں اوسطاً ہر سال آتشک کے دو لاکھ اور سوزاک کے ایک لاکھ ساٹھ ہزار مریضوں کا علاج کیا جاتا ہے۔ ۶۵ دواخانے انہی امراض کے لیے مخصوص ہیں۔ جب کہ زیادہ لوگ پرائیویٹ ڈاکٹروں کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

جن کے پاس آتشک کے ۶۱٪ اور سوزاک کے ۸۹٪ مریض جاتے ہیں لہ

روزنامہ انقلاب یکم جولائی ۱۹۲۸ میں جان بل کے حوالہ سے یہ رپورٹ شائع ہوئی تھی۔

”شہر نیویارک میں اس وقت چالیس ہزار بازاری عورتیں موجود ہیں۔ اس تعداد میں وہ

لڑکیاں داخل نہیں ہیں جنہوں نے اپنے گھروں، ہوٹلوں اور دوسرے پیگ مقامات میں رفاه عامہ

کا کام جاری کر رکھا ہے۔ اندازہ کیا گیا ہے کہ شہر نیویارک میں یہ بازاری عورتیں کچھ لاکھ چالیس ہزار

سات سومردوں کے ہاتھ اپنی متاع عصمت کو فروخت کرتی ہیں۔ گویا ایک دن میں پندرہ ہزار ایک

سواسی مرد بازاری عورتوں کو استعمال کرتے ہیں۔ جس سے تمام امراض خبیثہ کے فکسکاریں ملے

۵۔ جنسی تعلقات کی مختلف شکلیں: جو ان ممالک میں رائج ہیں وہ درج ہیں۔

۱۔ مردوں اور عورتوں کا ایک کثیر طبقہ ایسا ہے جو شادی کا یا کسی بھی دوسری طرح کے معاہدہ کا قائل

ہی نہیں۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ جب بازار سے ہر وقت تازہ دودھ مل سکتا ہو تو گھر پر گائے

باندھنے کی کیا ضرورت ہے؟

لندن میں باقاعدہ دوشیزاؤں کی انجمنیں ہیں جو عہد کرتی ہیں کہ ہم شادی نہیں کریں گی۔ ان کے نزدیک

نکاح کے بغیر ماں بننا زیادہ جمہوری طریقہ ہے۔

ب۔ دفتائیں :- یعنی ایسی عورتیں جن سے مرد نکاح کے بغیر ہی تعلقات رکھتے ہیں۔ ایسے جوڑے

آزادی سے سوسائٹی کی تقریبات میں شامل ہوتے ہیں۔ اور اب فرانس میں ایسی عورتوں

کافانوفی حق کو تسلیم کیا جانا لگا ہے یعنی مرد کی زندگی میں نان و نفقہ اور موت کی میزبانی۔
ج۔ آزمائشی نکاح۔ کا مطلب یہ ہے کہ نکاح سے پہلے محبت کرنے والا جوڑا کچھ مدت مل کر زندگی گزارتا ہے۔ تاکہ وہ ایک دوسرے کے مزاج سے کلی طور پر آگاہ ہو سکیں۔ بعد میں اگر چاہیں تو نکاح کا بندھن باندھ لیں۔ ورنہ الگ ہو جائیں۔

د۔ ٹکاح: جس میں عورت کو بھی طلاق کا ایسے ہی حق حاصل ہے جیسے مرد کو۔
ہ۔ ہم جنسی کے تعلقات :- یعنی لواطت اور چوٹی بازی۔ ڈاکٹر جو کہ لکھتی ہے۔
تعلیم کا ہوں، کالجوں، نرسنگ کے ٹریننگ سکولوں اور مذہبی مدرسوں میں ہمیشہ اس قسم کے واقعات پیش آتے رہتے ہیں جن میں ایک ہی جنس کے دو فرد آپس میں شہوانی تعلق رکھتے ہیں اور صنف مقابل سے ان کی لچپی فنا ہو چکی ہوتی ہے۔ اس سلسلہ میں اس نے بکثرت ایسے واقعات بیان کیے ہیں جن میں لڑکیاں لڑکیوں کے ساتھ اور لڑکے لڑکوں کے ساتھ ملوث ہوئے اور دردناک انجام سے دوچار ہوئے۔

۴۔ عائلی نظام کی بربادی اور عدالتوں میں خانگی تنازعات اور طلاق کے مقدمات کی بھرمار
انتباس نسل کی وجہ سے وراثت کے تنازعات :-

معاشی لحاظ سے تو عورت پہلے ہی مرد کے زیر بار نہیں رہی تھی۔ جس کی بنا پر اس نے بچوں کی تربیت سے گلو خلاصی حاصل کر لی تھی۔ حق طلاق دینے کے بعد مغربی ممالک میں بے شمار خاندانی مسائل پیدا ہو گئے ہیں۔ خاندانی زندگی کا خیرہ زارہ بکھر رہا ہے۔ اکثر بچے سکولوں اور نرسریوں میں ملتے ہیں جو ماں کی مامتا، باپ کی شفقت اور خاندانی ہمدردیوں اور برکات سے یکسر محروم رہتے ہیں۔ اس جدید خاندان کا سب سے بڑا مسئلہ اس کی ناپائیداری اور طلاقوں کی بھرمار ہے۔ اس عائلی نظام کی ناپائیداری سے مزید کئی مسائل پیدا ہو گئے ہیں مثلاً (۱) طلاقوں کی کثرت (۲) میاں بیوی میں اکثر ناچاقی (۳) بچوں کی تربیت سے عدم توجہی اور غفلت (۴) نافرمان اولاد (۵) میاں بیوی دونوں کا گھریلو ذمہ داریوں سے گریز

وغیرہ وغیرہ اب ان گھروں کے بجائے کلب گھر اور تفریح گاہیں آباد ہو رہی ہیں وہیں پلکیں منانے کے پروگرام بنائے جاتے ہیں۔ میاں کا پروگرام اگر ایک جگہ ہے تو بیوی کا کسی دوسری جگہ۔ گویا اس حق طلاق نے جہاں ایک طرف خاندانی نظام کا جنازہ نکالا ہے تو دوسری طرف اُسے دن ازدواجی تجربوں کے پروگراموں نے بے حیائی اور فحاشی کو بہت فروغ بخشا ہے۔

۷۔ استقاط محل کا کاروبار:- منع محل کی تدبیر کے باوجود نجی بسا اوقات محل قرار پا جاتا ہے۔ لہذا انہیں استقاط محل کے ذریعہ ضائع کر دیا جاتا ہے۔ اور اس مقصد کے لیے الگ زچہ خانے قائم کر دیے گئے ہیں۔ استقاط محل صرف کنواری لڑکیاں ہی نہیں کرتیں۔ بلکہ شادی شدہ عورتیں بھی اس فعل میں ملوث ہوتی ہیں۔ اخلاقاً اس فعل کو ناقابل اعتراض ہی نہیں عورت کا حق تسلیم کیا جاتا ہے۔

۸۔ فطری تقاضوں کا خون اور قتل اولاد:- ماں کی مائتا ایک ایسا فطری داعیہ ہے۔ جس سے کسی کو جمال انکار نہ ہوگا لیکن آج کی مہذب عورت، بربریت میں اس درجہ آگے بڑھ گئی ہے کہ اس نے اس فطری داعیہ کا بھی جنازہ نکال دیا ہے۔ اگر کسی عورت کو استقاط محل کا موقع میسر نہ آئے یا وہ اپنی صحت یا زندگی کے خدشہ یا اخلاقی جرأت کے فقدان کی وجہ سے محل ساقط نہ کر سکے تو اس ناخواندہ مہمان کی آمد پر وہ سخت برداشتہ ہو جاتی ہے۔ جس نے اس کی زندگی کا لطف غارت کر دیا۔ تاہم اس نومولود کو اس کی سزا بھی بگلتنا پڑتی ہے۔ جو اس کے قتل کی صورت میں سامنے آتی ہے۔ اب چند واقعات ملاحظہ کیجیے۔

” فروری ۱۹۱۸ء میں لواری عدالت میں دو لڑکیاں اپنے بچوں کے قتل کے الزام میں پیش ہوئیں۔ اور دونوں بری کر دی گئیں ایک لڑکی نے اپنے بچے کو پانی میں ڈبو کر ہلاک کیا تھا۔ اس کے ایک بچے کو اس کے رشتہ دار پرورش کر رہے تھے اور دوسرے بچے کی پرورش کے لیے بھی وہ آمادہ تھے۔ مگر پھر بھی اس لڑکی نے یہی فیصلہ کیا کہ اس ناخواندہ مہمان کو جیتنا نہ چھوڑے۔ دوسری لڑکی نے

۔ لے لنڈ سے کے بیان کے مطابق امریکہ میں ہر سال ۵ لاکھ محل ساقط کیے جاتے ہیں اور ہزار ہائے بچے پیدا ہوتے ہیں۔

اپنے بچے کا گلا گھونٹ کر مارا لیکن اس میں زندگی کی کچھ رمتی باقی رہ گئی تو دیوار پر مار کر اس کا سر چھوڑ دیا۔ فرانسیسی، بچوں کی نگاہ میں یہ دونوں لڑکیاں قصاص کی سزاوار نہ ٹھہریں۔ پھر اسی سال ماہ مارچ میں سینی کی عدالت کے سامنے ایک رقاصہ پیش ہوئی جس نے اپنے بچے کی زبان حلق سے کھینچنے کی کوشش کی اور اس کا گلا کاٹ ڈالا۔ یہ عورت بھی عدالت کے ہاں مجرم قرار نہ پاسکی لے

یہی وہ اسباب تھے جن کی بنا پر فرانس کی افرادی قوت میں بے پناہ کمی واقع ہو گئی۔ فوج کے اکثر سپاہی امراض خبیثہ کے شکار اور ہسپتالوں میں داخل تھے اور فوج میں نئی بھرتی کے لیے افراد مہیا نہیں ہوتے تھے تو حکومت کو ”جنو اور جناؤ“ کی باقاعدہ تحریک چلانی پڑی۔ جس کے مخاطب عورت اور مرد دونوں تھے۔ حلالی اور حرامی بچے کے امتیاز کے بغیر جس عورت کے ہاں بچہ پیدا ہوتا وہ قوم کی نظروں میں قابل احترام سمجھی جانے لگی اور حکومت کی طرف سے اسے انعام ملتا تھا۔

۹۔ بوڑھے والدین کی حالت کس مہر سی؟۔ اب اس کا دوسرا پہلو ملاحظہ فرمائیے۔ جب عورت اپنی جوانی سے گزر کر اپنی رعنائی کھو بیٹھی ہے۔ تو اس کی حالت قابل رحم ہوتی ہے۔ بوڑھے والدین جو کام کرنے کے قابل نہیں رہتے ان کی رہائش کیلئے الگ بیکس بنادی گئیں ہیں۔ جہاں وہ اپنے آخری ایام انتہائی کس مہر سی کی حالت میں اور تنہائی کی حالت میں سسکیاں بھر بھر کر گزارتے ہیں۔ جب کہ ان کی اولاد۔ انہیں کی طرح۔ رنگ رلیوں میں مصروف ہوتی ہیں۔ اب اگر کوئی مامتا کی ماری ماں اپنی اولاد یا اس کے بال بچوں کو ملنے اور تفریح طبع کی خاطر ان کے ہاں چلی جائے تو اولاد اس کی آمد کو اپنی عیش و طرب میں مداخلت تصور کر کے دھتکار دیتی ہے۔ اور ایسے واقعات بھی آئے دن اخبارات میں چھپتے رہتے ہیں۔

گویا جس سطح کو اسلام نے ماں کو بلند ترین مقام قرار دیا اور اس کی خدمت کو اخروی نجات کا ذریعہ بتلایا تھا۔ اس تہذیب نے اس مقام کو اس بڑھیا کھوسٹ کے لیے ارذل ترین مقام بنادیا۔

۱۰۔ احترام نسواں کا خاتمہ | اسلام نے عورت کو ماں، بہن اور بیٹی ہر حیثیت سے قابل احترام

قرار دیا تھا۔ اور اس کا یہ احترام اسکی طبعی شرم و حیاء اور اولاد سے بے پناہ محبت اور صفت نازک ہونے کی بنا پر تھا۔ جب دورِ جاہلیہ کی تہذیب نے عورت سے ان خصوصیات کو چھین لیا۔ تو اس کے احترام کا خاتمہ منطقی نتیجہ کے طور پر سامنے آ گیا ہے۔ جب عورت ہر میدان میں مرد کی برابری کا دعوے کرے بلکہ اپنی فطرت کو کچلتے ہوئے فحاشی کے میدان میں مرد سے بھی آگے نکل جائے مرد کی نگاہوں میں احترام کیسے باقی رہ سکتا تھا۔

لحمہ فکریہ | عورت پہلے صنفِ نازک سمجھی جاتی تھی۔ موجودہ تہذیب نے اسے برابری کا درجہ دیا پھر اسے صنفِ بہتر کا درجہ دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مرد خود صنفِ کتبہ بن چکا ہے۔ بالفاظِ دیگر عورت کی آزادی مرد کی غلامی پر منتج ہو گئی۔ عورت پہلے حجاب سے نکلی پھر اپنے آپ سے نکلی پھر مرد کے قبضہ سے نکل گئی، کیونکہ آزادی کی ایک کڑی دوسری کڑی کو طبعی کشش کے ساتھ کھینچتی ہے۔ جب عورت کو مرد کی طرف سے ناجائز آزادی ملی تو عورت نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ خود آزادی کی قانون سازی میں آواز دہو کر اس میں ایسی دفعات کا اضافہ کر رہی ہے جسے مردانہ عقل کسی حالت میں گوارا نہیں کر سکتی۔ یہی وہ صورتِ حال ہے جس کے متعلق رسول اللہ نے ارشاد فرمایا تھا کہ:

«امورکم الی النساء کم فطن الارض خیر من ظہر ہالہ»

(اور جب ایسا وقت آجائے) کہ تمہارے معاملات تمہاری بیگمات کے حوالے ہوں تو اس وقت تمہارے لیے زندہ رہنے سے مر جانا بہتر ہے۔

مغرب کی مراجعت :- آج کا مغربی مفکر بھی تہذیب کے اس ہمہ پہلو انقلاب سے سخت پریشان ہے۔ اور اس صورت پر بخیریدگی سے غور کرنے پر مجبور ہو گیا ہے۔ چنانچہ ایک امریکن رسالہ میں اس صورت حال پر یوں تبصرہ کیا گیا ہے۔

دو مین خیطانی قوتیں ہیں جن کی تشکیل آج ہماری دنیا پر چھا گئی ہے اور تینوں ایک جہنم تیار کرنے میں مشغول ہیں فحش لٹریچر جو جنگِ عظیم کے بعد حیرت انگیز رفتار کے ساتھ اپنی بے شرمی اور کثرتِ شاعت میں بڑھتا چلا جا رہا ہے مٹاؤ تصوریں جو شہوانی محبت کے جذبات کو نہ صرف

بھڑکتی ہیں بلکہ عملی سبق بھی دیتی ہیں۔ عورتوں کا گرا ہوا اخلاقی معیار جوان کے لباس اور لباس اوقات ان کی برہنگی اور سنگریٹ کے روز افزوں استعمال اور مردوں کے ساتھ ان کے ہر قید و امتیاز سے ناگفتا اختلاط کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ یہ تین چیزیں ہمارے ہاں بڑھتی چلی جا رہی ہیں اور ان کا نتیجہ کبھی تہذیب و معاشرت کا زوال اور آخر کار تباہی ہے۔ اگر ان کو روکا نہ گیا تو ہماری تاریخ بھی روم اور ان دوسری قوموں کے مماثل ہوگی جن کو یہی نفس پرستی اور شہوانیت ان کی شراب اور عورتوں اور ناچ رنگ سمیت فنا کے گھاٹ اتار چکی ہے۔

احکام سترو حجاب کے متعلق چند ضروری وضاحتیں

سترو حجاب کے احکام کا صحیح مفہوم سمجھنے میں بعض اوقات پڑے کٹے لوگ بھی غلطی کر جاتے ہیں۔ لہذا چند امور کو پہلے سمجھ لینا ضروری ہے۔ وہ یہ ہیں:

سترو حجب کا فرق

عام طور پر لوگ چونکہ سترا اور حجاب کے فرق کو ملحوظ نہیں رکھتے لہذا سترا سے متعلقہ احکام کو حجاب کے ساتھ اور حجاب کے احکام کو سترا کے احکام کے ساتھ گڑبڑ کر کے غلط مطلب نتائج اخذ کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ ہم پہلے اسی فرق کو واضح کرنا چاہتے ہیں۔ اور اس سے بھی پہلے سترا اور

عورت کے فرق کو۔
سترا اور عورت :- کچھ الفاظ ایسے ہوتے ہیں، جن کا مفہوم ابتداً کچھ اور ہوتا ہے لیکن مابعد کے ادوار میں اس کے مفہوم میں تبدیل آجاتی ہے لفظ سترا سی قبیل سے ہے۔ اور بعض دفعہ کوئی ایک لفظ کسی دوسری زبان میں منتقل ہو کر بالکل کسی الگ مفہوم میں استعمال ہوتا ہے۔ چنانچہ لفظ عورت اس قبیل سے ہے۔

ہمارے ہاں عورت کا لفظ مرد کی تانیث یا مادہ کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ جب کہ عربی میں (جس زبان کا یہ لفظ ہے) اس کا مفہوم بالکل جدا گانہ ہے۔ عربی زبان میں عورت ہر اس چیز کو کہتے ہیں جس کو کھلا رکھنا یا اس کا کھلا رہنا انسان کے لیے باعث ننگ نظر ہوا اور انسان اسے چھپانا ضروری سمجھتا ہو (مفردات امام راغب) قرآن مجید میں ہے۔
 اَوِ الْطِفْلِ الَّذِي لَمْ يَتَّخِذْ لِنَفْسِهِ عَزَاوَةً ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ خَبِيرٌ

یا پھر وہ (بانا لٹھ کے جو ابھی عورتوں کی پوشیدہ باتوں سے واقف نہ ہوئے ہوں۔
 اس آیت میں عورت اور نسا کے دونوں لفظ اکٹھے آگئے ہیں۔ جو ان کے معانی کا فرق واضح کر رہے ہیں۔

علاوہ ازیں یہ لفظ قرآن میں ایسے غیر محفوظ مکان کے لیے بھی استعمال ہوا ہے جس کو محفوظ رکھنا ضروری ہو (۳۳/۳) اور اسی طرح پوشیدہ اوقات (۲۴/۲۸) کے لیے بھی۔
الستر (مصدر) کا بنیادی معنی محض کسی چیز کو چھپانا ہے۔ اور ستر اور سترۃ ہر اس چیز کو کہتے ہیں۔ جس سے کوئی چیز چھپائی جائے۔ (مفردات) اور مقامات ستر سے مراد انسانی جسم کے وہ حصے ہیں۔ جنہیں بشریت نے دوسرے انسانوں سے ہر حالت میں چھپانا واجب قرار دیا ہے۔ پھر صرف ستر کا لفظ بول کر اس سے ”مقامات ستر“ مراد لیا جانے لگا پھر ان مقامات ستر کا چھپانا چونکہ واجب ہے لہذا عورت کا نقطہ مقامات ستر کو چھپانے کے لیے استعمال ہونے لگا۔
 ان مقامات ستر کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔
مرد کے ستر کے حدود:- ارشاد نبوی ہے۔

عَوْرَةُ الرَّجُلِ مَا بَيْنَ سُرْتِهِ إِلَى رُكْبَتِهِ ۚ

مرد کا ستر اس کی ناف سے لے کر گھٹنے تک ہے۔

حضرت جرہد اسلمی جو اصحاب صف میں سے تھے فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میری ران ننگی ہوئی

تو آپ نے مجھے فرمایا:

اما علمت ان الفخذ عورة له

کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ران چھپانے کے قابل چیز ہے۔

اس جھڑکیم کو بیوی کے سوا دوسروں کے سامنے اراداً گھولنا حرام ہے۔

عورت کے ستر کے حدود:- عورت کا پورے کا پورا جسم مردوں کے لیے ستر ہے ماسوائے چہرہ اور ہاتھوں کے یعنی کوئی عورت اپنے چہرہ اور ہاتھوں کے اور جسم کے کسی بھی حصہ کو اپنے شہر کے سوا دوسروں کے سامنے کھول نہیں سکتی خواہ وہ اس کا باپ یا بھائی ہی کیوں نہ ہو بھنت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں اپنے بھتیجے عبداللہ بن طفیل کے سامنے زینت کے ساتھ آئی تو آپ نے اسے ناپسند فرمایا میں نے کہا یہ تو میرا بھتیجا ہے۔ آپ نے فرمایا۔

اذا عرقت المرأة لم يحل لها ان تظهر الا وجهها والا مآدون

هذا اذ قبض على ذراع نفسه فترك بين قبضته وبين

الكف مثل قبضته الاخرى له

جب عورت بالغ ہو جائے تو اس کے لیے جائز نہیں کہ اپنے جسم میں سے کچھ ظاہر کرے سوائے چہرے کے اور سوائے اس کے یہ کہہ کر آپٹ نے اپنی کلائی پر اس طرح ہاتھ رکھا کہ آپ کی گرفت کے مقام اور پھیلی کے درمیان صرف ایک مٹھی بھر جگہ باقی تھی۔

ان احکام میں اتنی گنجائش ہے کہ عورت اپنے محرم رشتہ داروں کے سامنے کسی ضرورت کے تحت جسم کا اتنا حصہ کھول سکتی ہے جسے گھر کا کام کرتے ہوئے کھولنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ یا فرش دھوتے وقت پائیچے اور پرچھا لینا یا آٹا گوندھتے وقت کف اوپر کر لینا وغیرہ۔

عورت کا عورت کے ستر:- عورت کے لیے عورت کے ستر کے حدود بھی وہی ہیں۔ جو مرد کے لیے مرد کے ستر کے ہیں۔ یعنی ناف سے لے کر گھٹنے تک کا درمیانی حصہ جسم کا یہ حصہ کوئی عورت

لے ترمذی ابواب الادب - باب ان الفخذ عورة

۲۸۵ ابن جریر بحوالہ پردہ ص

بلا ضرورت کسی عورت کے سامنے بھی نہیں کھول سکتی ہے دوسرے بدن کا ڈھانکنا اگرچہ ضروری ہے تاہم فرض نہیں ہے۔

ستر سے متعلق ارشادات نبوی

عن ابی سعید قال، قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
لا ينظر الرجل الى عورة الرجل، ولا المرأة الى عورة
المرأة، ولا يفضي الرجل الى الرجل في ثوب واحد لا تفضي المرأة الى المرأة في ثوب
واحد۔
ابوسعید خدری کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
کوئی مرد کسی مرد کے ستر کو نہ دیکھے اور نہ کوئی عورت کسی عورت کے ستر کو دیکھے۔ نیز کوئی مرد کسی
مرد کے ساتھ ایک ہی کپڑے میں نہ لیٹے، نہ ہی کوئی عورت کسی عورت کے ساتھ ایک ہی کپڑے
میں لیٹے۔

پھر یہی نہیں کہ انسان کے لیے ایسے مقامات کو صرف دوسروں سے پھپھانا ہی ضروری ہے
بلکہ تنہائی میں بھی ان مقامات کو تنگ رکھنا ممنوع ہے۔
(ماسوائے غسل یا اضطراری امور کے) ارشاد نبوی ہے۔

ایاکم والتعری فان منکم من لا یفارقکم الا عند الغائط
وحین یفضی الرجل الى اہله فاستحیوہم واکرموہم۔
خبردار کبھی تنگ نہ رہو۔ تمہارے ساتھ کچھ ایسی ہستیاں ہیں جو تم سے کبھی جدا نہیں ہوتیں (یعنی
کرائے کا تین ماسوٹے رفع حاجت اور اپنی بیوی کے مباشرت کے اوقات کے، لہذا ان
سے شرم کرو۔ اور ان کا احترام ملحوظ رکھو۔

ایک دوسری روایت یوں ہے آپ نے فرمایا:

احفظ عورتک الا من زوجتک او ما ملکت یمینک فقال الرجل

لہ رواہ مسلم (مشکوٰۃ۔ کتاب النکاح، باب الفطر الى المخطوبۃ۔ فصل اول)

لہ ترمذی ابواب الادب اسباب فی استئذان عند الجماع،

يكون مع الرجل، قال أن استطعت أن لا يراها أحد فافعل قلت الرجل
يكون خالياً، قال فאלله أحق أن يستخيا منه له

اپنے مقامات ستر کی نگہداشت رکھو، سوائے اپنی بیویوں اور لونڈیوں کے۔ ایک شخص کہنے
لگا۔ اگر کوئی شخص دوسرے کے ساتھ رہتا ہو (تو کیا کرے؟) آپ نے فرمایا۔ جہاں تک
ہو سکے یہ کوشش کر کہ ستر کوئی نہ دیکھے۔ میں نے کہا۔ اگر کوئی شخص اکیلا تنہا ہو تو؟ آپ
نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ اس سے حیا کی جائے۔
حتیٰ کہ آپ نے کسی مردہ کے مقامات ستر کو دیکھنے سے بھی منع فرمایا۔ آپ کا ارشاد
ہے:

لا تكشف فخذك ولا تنظر الى فخذ حتي ولا ميت له

اپنی ران نہ کھول، نہ ہی کسی درندہ یا مردہ کی ران کو دیکھو۔

حجاب:- حجاب دو چیزوں کے درمیان کی ایسی حائل ہونے والی چیز کہتے ہیں۔
جس کی وجہ سے دونوں چیزیں ایک دوسرے سے اوجھل ہو جائیں۔
ارشاد باری ہے۔

واذا سالتموهن متاعا فاسئلهن من وراء حجاب

اور جب تمہیں (بنی کی بیویوں سے) کوئی چیز مانگنا ہو تو پردے کے باہر سے مانگو۔

اس آیت کو ایڈ حجاب کہتے ہیں۔ جس کے نزول کے بعد ازواج مطہرات نے اپنے
گھروں کے دروازوں پر پردے لٹکا دیئے۔ پھر ان کی دیکھا دیکھی دوسرے مسلمان گھرانوں میں
بھی یہی طریقہ رائج ہو گیا۔ اس طرح کا حجاب کرنے سے باہر کے لوگ اندر کے لوگوں کو نہیں
دیکھ سکتے تھے اور اندر کے لوگ باہر کے لوگوں کو۔

۱۔ (ترمذی)۔ ابواب الادب۔ باب ما جاء في حفظ العورة۔

۲۔ ابوداؤد۔ کتاب الحمام: باب النبی عن التعری،

۳۔ القرآن

ستر و حجاب کا فرق :- گویا حجاب ستر کے علاوہ اعنائی چیز ہے جس کا تعلق غیر محرم یا اجنبی مردوں سے ہوتا ہے۔ بالفاظ دیگر ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ ستر فی نفسہ ضروری ہے کوئی موجود ہو یا نہ ہو جبکہ حجاب فی نفسہ ضروری نہیں جب تک کہ کوئی دیکھنے والا غیر محرم موجود نہ ہو۔ ستر کو ڈھانپنے کا حکم مرد، عورت دونوں کو ہے لیکن حجاب کا حکم صرف عورت کو ہے۔

استثنائی صورتیں :- بعض ضروریات کے تحت احکام حجاب سے رخصت ہے۔ مثلاً منگنی کے دوران مرد کا عورت کو اور عورت کا مرد کو دیکھنا جائز ہی نہیں بلکہ مستحب ہے۔ اسی طرح قاضی کو گواہی دینے والی عورت کا چہرہ دیکھنے کی اجازت ہے۔

پھر بعض اضطراری امور ایسے بھی ہوتے ہیں۔ جہاں حجاب کے علاوہ ستر کی پابندیوں میں بھی رخصت ہے مثلاً طبی معائنے یا علاج کے دوران عورت یا مرد کا کسی بھی حصہ جسم کو ڈاکٹر یا طبی کے سامنے کھولنا۔ تفتیش جرم کے دوران متعلقہ افسر کا عورت یا مرد کے کسی بھی حصہ جسم کو دیکھنا۔ یا اتفاقی حادثات مثلاً پھٹ گرنے، آگ لگنے یا چوری ڈاکہ وغیرہ پڑنے کی صورت میں غیر مردوں کا امداد کے لیے گھر میں بلا اجازت داخل ہونا (تفصیل آگے آئے گی)۔

پردہ کے احکام پر احوال و ظروف کی اثر اندازی

پردہ کے احکام پر۔ خواہ وہ ستر سے تعلق رکھتے ہوں یا حجاب سے۔ ماحول کا بڑا گرا اثر ہوتا ہے۔ اگر حالات ایسے پیدا ہو جائے۔ کہ عورت اور مرد کے درمیان فحاشی کے امکانات کسی حدیت، مصیبت، حادثہ یا تکلیف کی وجہ سے ختم ہو جائیں تو پردہ کے احکام بھی ختم ہو جائیں گے..... اور جوں جوں یہ امکانات زیادہ ہوتے جائیں گے، اسی نسبت سے پردہ کے احکامات بھی شدت اختیار کرتے جائیں گے۔ اب احکام پردہ کی اس حکمت کے نقطہ نظر سے درج ذیل مثالیں ملاحظہ فرمائیے۔

۱۔ روز قیامت :- ہیبت، مصیبت اور سختی کے لحاظ سے قیامت کا دن سرد

ہوگا۔ لہذا وہاں پردہ اور اس کے احکام تو درکنار کسی کا لباس تک بھی نہ ہوگا۔

(قیامت کے دن) تم لوگ ننگے پاؤں۔ ننگے بدن، اور بن عتقنہ اکٹھے کئے جاؤ گے۔ تو میں نے (حضرت عائشہؓ) نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ۔ مرد اور عورت ایک دوسرے کے ستر کر رکھیں گے۔ آپ نے فرمایا! وہ ایسا سخت معاملہ ہوگا کہ ان باتوں کا کسی کو خیال بھی نہ ائے گا۔

۳۔ دوران جنگ :- مندرجہ بالا حدیث میں توقیامت کا ذکر تھا۔ اس دنیا میں سب سے زیادہ سختی اور تنگی کا وقت لڑائی کا وقت ہوتا ہے جس میں ہر انسان موت سے کھیل رہا ہوتا ہے اور ہر ایک کی جان پر بنی ہوتی ہے لہذا ایسے مواقع پر حجاب کے احکام تو دور کننا رستر کے احکام میں بھی نمایاں کمی واقع ہو جاتی ہے۔ حضرت انس بن مالک روایت کرتے ہیں کہ :

لما كان يوم أحد انهمم الناس عن النبي صلى الله عليه وسلم
قال ولقد رأيت عائشة بنت أبي بكر وأم سليم وانهما الشجرتان
تان اري خدم سوتهما تنقزان القرب وقال غيره تنقلان
القرب على متونهما ثم تفرغانه في افواه القوم ثم ترجعان
فتملأنهما ثم تجيئان
في افواه القوم ثم

جس دن احد کی لڑائی ہوئی اور مسلمان شکست کھا کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا ہو گئے اس دن میں نے حضرت عائشہؓ اور ام سلیم کو دیکھا کہ وہ دونوں پنڈلیاں کھولے ہوئے جلدی جلدی پانی کی مشکیں اپنی پیٹھ پر لاتی تھیں اور مسلمانوں کو پلا کر کھر لوٹ جاتی تھیں پھر اور

۱۰ بخاری - کتاب الرقاق باب الحشر

۲۷ بخاری کتاب الجهاد باب غزو النساء

مشکیں بھر کر لاتیں اور پلاتیں۔ میں ان کے پاؤں کی پازیں دیکھ رہا تھا۔
اسی باب میں حضرت ام سلیط کے متعلق بھی ذکر ہے کہ وہ بھی جنگ میں یہی فریضہ سرانجام
دے رہی تھیں۔ نیز عورتیں بھی زخمیوں کی مرہم پٹی اور زخمیوں کو مدینہ واپس لے جاتے ہیں مردوں
کے ساتھ برابر کی شریک تھیں لے

بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ مندرجہ بالا واقعات زیادہ تر جنگ اُحد سے تعلق رکھتے ہیں۔
جب کہ ابھی پردہ کے احکام نازل ہی نہیں ہوئے تھے۔ یہ بات اپنی جگہ پر درست ہے۔ مگر
سوال یہ ہے کہ عورتوں کی زخمیوں کی مرہم پٹی اسے تعلق رکھنے والی روایات صرف جنگ اُحد
سے مختص نہیں ہیں جیسا کہ اسی باب کی بعض دیگر روایات سے واضح ہے۔ اور یہ بھی واضح رہے کہ
عورت ستر و حجاب کے تقاضوں کی پابند رہ کر جنگ کے دوران زخمیوں کی مرہم پٹی نہیں کر سکتی
لہذا ان پابندیوں میں نرمی کی اصل وجہ یہی ہے کہ ایسے ماحول میں جنسی خواہشات کے پیدا ہونے
کے امکانات بہت کم ہوتے ہیں۔

اگر ایسے حالات میں بھی کوئی عورت اپنے حواس کو برقرار رکھ سکے اور پردہ کا اہتمام کر سکے تو یہ بہت
اچھی بات ہے۔ چنانچہ ابوداؤد۔ کتاب الجہاد میں ایک واقعہ مذکور ہے کہ ایک خاتون ام غلاد
کا لڑکا ایک جنگ میں شہید ہو گیا تھا۔ وہ صورت حال کی دریافت کے لیے رسول اکرمؐ کے
پاس آئیں تو نقاب اوڑھے ہوئے تھیں۔ کسی نے حیرت سے کہا کہ اس وقت بھی تمہارے چہرے
پر نقاب ہے۔ بیٹے کی شہادت خبر سن کر تو ایک ماں کو تن بدن کا ہوش نہیں رہتا اور تم
اطمینان کے ساتھ باپردہ آئی ہو؟ ام غلاد کہنے لگیں۔

ان اس را ابی فلی از احیائی لے

میں نے بیٹا ضرور کھویا ہے مگر حیا نہیں کھوئی۔

۲۔ آفات ارضی و سماوی:- دوران جنگ کی شدت یا اس سے کم و بیش دہشت شدت

لے مگر سفر حج میں اپنے خاوند یا کسی محرم کی معیت ضروری ہے۔

و کلفت یعنی ارضی و سماوی آفتوں مثلاً زلزلہ سیلاب میں مکانات وغیرہ کا گر پڑنا۔ بجلی کا گرنا۔
 کشتی کا غرق ہونا یا چوری اور ڈکیتی کے واقعات میں بھی پائی جاتی ہے۔ جب شہوانی خواہشات کے
 بیدار ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ لہذا ایسے اوقات میں ستر و حجاب کے احکام کی بجا آوری
 کی تکلیف نہیں سمجھ گئی۔ اگرچہ جہاں نثار کسی آتش زدہ مکان سے سامان اور انسانی جانوں کو نکالنے
 میں مصروف ہیں پھر اگر وہ کسی عورت کو دیکھ بھی لیں اور عورتیں انہیں دیکھ لیں تو ایسے وقتوں میں
 شہوانی حیوانات کی بیداری کا کوئی امکان ہوتا ہے۔ ایسے حالات میں اجازت حاصل کرنے کی بھی پابندی نہیں ہے۔
 ۴۔ دورانِ احرام :- احرام کے دورانِ حجاب کے احکام اٹھا دیے گئے ہیں۔ لیکن ستر
 کے احکام کی پابندی بھر حال لازمی ہے۔ حج کا تمام تر زمانہ سفر اور صعوبت میں گزرتا ہے۔ اور احرام
 کا زمانہ تو فقیرانہ زندگی کی یاد تازہ کرتا ہے۔ اور ہر وقت خدا کی یاد دل میں رہتی ہے۔ ایسی حالت
 میں حاجی اپنی عورت تک سے مباشرت نہیں کر سکتا اور مباشرت تو دور کی بات ہے۔ وہ
 مباشرت سے پہلے کی چھٹی چٹاڑ، خواہ یہ زیبانی کلائی ہو یا عمل سے تعلق رکھتی ہو (یہی رفت کا صحیح
 مفہوم ہے) بھی نہیں کر سکتا۔
 ارشاد باری ہے کہ:

فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج لہ

حج کے دورانِ حرث کی اجازت ہے نہ فرمانی یا برے کام کرے اور نہ ہی کسی سے جھگڑا
 کرے۔

حج کا زمانہ دہشت کا اور بے مہنی کا زمانہ نہیں۔ بلکہ اسے امن کا زمانہ ہی کہنا چاہیے۔ تاہم
 اس میں جو پاکیزہ ماحول پیدا کر دیا جاتا ہے۔ اس کا لحاظ رکھتے ہوئے۔

نیز ان مناسک کی بجا آوری کا لحاظ رکھتے ہوئے جو دورانِ حج ضروری ہیں۔ عورتوں پر سے حجاب
 کے احکام میں رخصت دی گئی ہے۔ احرام کے دورانِ عورتیں اپنا چہرہ ڈھانپ نہیں سکتیں نہ

دستانے پہن سکتی ہیں؛ لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں۔ کہ اگر وہ کسی وقت حجاب یعنی چہرہ کو غیر مردوں سے چھپانے کی ضرورت محسوس کریں اور آسانی سے یہ کام کہ بھی سکتی ہوں تو بھی نہ کریں جیسے دتی پنکھا سے منہ چھپالینا یا چادر کا پلو منہ کے آگے کر لینا وغیرہ۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ:

كان الركب ان يعمرن بنا فحن محرمات مع رسول الله صلى

الله عليه وسلم فاذا احاذوا سمعت احدا ناحلها بها من راسها

على وجهها فاذا اجازوا ذوتا كشفنا له

حجۃ الوداع کے سفر میں ہم لوگ بحالت احرام مکہ کی طرف جا رہے تھے۔ جب مسافر ہمارے پاس سے گزرنے لگتے تو ہم عورتیں اپنے سر سے چادریں کھینچ کر منہ پر ڈال لیتی تھیں اور جب وہ گزر جاتے تو ہم منہ کھول لیتی تھیں۔

اسی طرح عورت نماز کی حالت میں بھی حجاب کی پابندیوں سے آزاد ہے۔ خواہ وہ نماز گھر میں اکیلی اور گھر ہی ہو یا باجماعت یا مسجد میں جا کر نماز باجماعت میں شریک ہو۔

معاشرتی مجبوریوں :- اس کی مثال یہ ہے کہ لونڈیوں اور کنیزوں کو حجاب کی پابندیوں کے سلسلہ میں رخصت دی گئی ہے۔ کیونکہ :-

(۱) انہیں گھریلو کام کاج کی وجہ سے نہ تو زینت و آرائش کی فرصت ہی ملتی ہے اور نہ مالک یہ گوارا کرتا ہے کہ وہ لونڈیوں پر ایسے زائد اخراجات کو برداشت کرے۔ انہیں بسا اوقات میلے کچیلے لباس میں ہی کام کاج کرنا پڑتے ہیں۔

(۲) انہیں کام کاج کے سلسلہ میں اکثر بازار بھی جانا پڑتا ہے۔ اور ہر وقت جلیبیاں برقع اوڑھ کر جانا ان کے لیے ایک تکلیف دہ امر ہے۔

اس بنا پر، قیاس کیا جاسکتا ہے کہ ایسا دیہاتی ماحول جس میں ایک غریب کاشتکار کو سارا دن کھیت پر کام کرنا پڑتا ہے۔ اور اس کی معاشی اور معاشرتی ضروریات بعض اوقات اس بات کی متحقق ہوتی ہیں کہ اس کی بیوی اسے دوپہر کا کھانا (کھیت پر پہنچائے۔ ادھر بیوی

کی کیفیت ہوتی ہے کہ دوپہر کی گرمی میں سر پکھانا اٹھائے اور نفل میں بچہ سنبھالے اسے کھیت پر جانا پڑتا ہے۔ تو ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں اس کے لیے حجاب کی پابندیاں نبھانا مشکل ہو جاتا ہے۔ اندریں صورت ایسی عورتیں بھی حجاب کی رخصت سے فائدہ اٹھا سکتی ہیں۔

رہا زینت و آرائش اور تبرج کا مسئلہ تو وہ ایسی صورتوں میں ویسے ہی محال ہوتا ہے۔

۶۔ نارمل حالات :- ستر اور حجاب کے احکامات کا صحیح اور پورا پورا اطلاق حالت امن

یا نارمل حالات میں ہوتا ہے۔ یہ صورت حال چونکہ ایسی ہوتی ہے کہ اس میں غیر مرد اور غیر عورت کا میل جول، فحاشی کے تمام محرکات کو بروئے کار لا سکتا ہے۔ لہذا اس حالت میں ستر اور حجاب کے تمام ترا احکامات کی پابندی لازمی ہے۔ اور پردہ کے تمام ترا احکام اصولی طور پر اسی حالت سے متعلق ہیں۔

ایک دفعہ حضرت ام سلمہ اور حضرت میمونہؓ راز و اج مہر ات، آپ کے پاس بیٹھی تھیں۔ اتنے میں حضرت ابن ام مکتوم آگئے۔ آپ نے دونوں بیویوں سے فرمایا: احتجباً منہ یعنی اس سے پردہ کرو۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ الیس اعلمی لا یبصر نا ولا یعرفنا رکیا یہ اندھے نہیں ہیں؟ نہ ہمیں دیکھیں گے نہ پہچانیں گے آپ نے فرمایا۔

افحمیا وان اتما، الستما تبصرا نہ لہ

کیا تم دونوں بھی اندھی ہو۔ کیا تم اسے نہیں دیکھتیں۔

حضرت ام سلمہ نے اس بات کی بھی وضاحت کر دی کہ یہ واقعہ اس زمانے کا ہے جب پردہ کا حکم آچکا تھا۔

اسی طرح کی ایک اور روایت مؤطا میں ہے کہ حضرت عائشہؓ کے پاس ایک نابینا آیا تو انہوں نے اس سے پردہ کیا۔ کہا گیا کہ آپ اس سے پردہ کیوں کرتی ہیں؟ حضرت عائشہؓ کہنے لگیں۔

لہ (ترمذی ابواب الاستیدان، باب ما جاز فی الحجاب النساء من الرجال،

دلکٹی ۱ نظر الیہ -

یعنی اگر وہ اندھا ہے تو میں اسے دیکھ سکتی ہوں (موطا امام مالک)

ان دونوں روایات سے ایک واضح حکم سامنے آتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر مرد یا عورت میں سے کوئی ایک فریق اندھا بھی ہو تو بھی دوسرے بینا فریق کو اس سے پردہ کرنا ضروری ہے ممکن ہے کہ اس اندھے کے چہرہ کی زنگت یا تقوش اور تناسب اعضا میں کوئی ایسی دلکشی ہو جو صنفی میلان کا سبب بن جائے۔

۷۔ ثقافت و تمدن کے اوٹے :- فحاشی کے اصل مراکز دراصل یہی مقامات ہیں مثلاً کلب گھر، ڈانسنگ ہال، مخلوط تعلیم کے کالج اور یونیورسٹیاں سینما گھر وغیرہ ایسے مقامات پر فحاشی کے تمام تر محرکات کو بروئے کار لاکر انہیں ثقافت و تمدن کے مراکز سمجھا جاتا ہے۔ گویا موجودہ تہذیب تمدن بالکل وہی چیز ہے جسے قرآن کریم نے جاہلیۃ الاولیٰ کے نام سے ذکر فرمایا ہے۔ ایسے مقامات پر مسلمان جیسے کچھ بھی اللہ اور اس کے احکامات کا پاس ہو شامل نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ایک مسلمان کی ذمہ داری تو یہ ہے کہ وہ ایسی تہذیب و تمدن کے خلاف حتیٰ الوسع بھرپور جہاد کرے۔ ان تمام تر نشر و بھاشات کی بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے کہ ماحول جس قدر ہشت اور شکار کا احکامات پروردہ اتنے ہی از خود ڈھیلے پڑتے جاتے ہیں۔ اور جو بوجوں حالت امن اور رشوت کے محرکات میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ پردہ کے احکامات میں پوری پابندی اور شدت اختیار کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ اگر آپ پردہ کے احکام کی اس حکمت یعنی فحش سے اجتناب کو ملحوظ رکھیں گے تو پردہ کے بعض احکامات سے پیدا ہونے والی الجھنیں از خود ختم ہوتی جائیں گی۔

۳۔ حکم غرض بصر اور عورت

ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ رسول اللہ نے حضرت ام سلمہ اور حضرت میمونہ کو اندھے سے پردہ کا حکم دیا تھا۔ اب اس کا دوسرا پہلو ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت عائشہ اور حبشیوں کے کرتب :- حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ ”عجب کا کا دن تھا۔ حبشی لوگ اپنے سیر اور برہیوں سے کھیل رہے تھے۔ یا تو میں نے رسول اللہ سے کہا یا رسول اللہ نے خود ہی فرمایا۔ کیا کوئی ناشادھی چاہی ہے۔ میں نے کہا۔ جی ہاں۔ آپ نے

مجھے اپنے، چھپے کھڑا کر لیا۔ میرا گال آپ کی گال پر تھا اور آپ حبشیوں کو فرمایا ستمے دو تکم بنی ہوئے کھیل جاری رکھو یہاں تک کہ میں کیسٹل دیکھتے دیکھتے سیر ہوگئی۔ آپ نے پوچھا۔ بس میں نے کہا۔ جی ہاں۔ تو آپ نے فرمایا اچھا چلی جاؤ لے

اس حدیث اور پہلی حدیث میں بظاہر تضاد معلوم ہوتا ہے۔ کہ ایک طرف تو خود حضور اکرم اندر سے پردہ کرنے کا حکم دیتے ہیں اور حضرت عائشہ اندر سے بھی پردہ کرتی ہیں۔ دوسری طرف یہی حضرت عائشہؓ حبشیوں کو دیکھتی ہیں اور دکھلانے والے خود رسول اللہؐ ہیں۔ اب اس ماحول اور ظروف و احوال کو سامنے رکھیے کہ:

۱۔ یہ کھیل فنون سپہ گری سے تعلق رکھتا ہے۔ جس کی ترغیب آپ مسلمانوں کو اکثر دلاتے رہتے تھے۔ اور یہ جملہ مسلمانوں کا پسندیدہ مشغلہ تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے بھی اپنے نبی کو حکم دیا تھا کہ: یا ایہا النبی حرص المؤمنین علی القتال۔ گویا حضرت عائشہ اور اسی طرح دوسرے دیکھنے والوں کی اصل توجہ فنون جنگ کے کرتب دیکھنے کی تھی۔ نہ کہ حبشیوں کی طرف۔ تو جس طرح جنگ کے میدان میں مڑے ہوئے۔ پانی پلانے یا ایسے ہی بعض دوسرے کاموں کی اجازت ہے۔ اسی طرح فنون حرب و ضرب کو دیکھ لینے میں بھی کوئی حرج نہیں۔

(۲) حبشی بیچاریے کا لے رنگ کے اور موٹے ہونٹوں والے ہوتے ہیں۔ انہیں دیکھنے سے شہوانی میلان پیدا ہوتا تو درکنار، اگر پہلے سے موجود ہو تو وہ بھی کاغذ ہو جاتا ہے۔ گویا احوال و ظروف کی تبدیلی سے حکم حجاب میں بھی رخصت پیدا ہوگئی۔

عورت کے لیے رعایت کا پہلو | علاوہ ازیں یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہتی چاہیے۔ کہ اگرچہ غرض بصر کا حکم عورتوں اور مردوں کے لیے ایک جیسا ہے۔ تاہم عورتوں کے لیے اس سلسلین رعایت برتی گئی ہے۔ چہرہ چھپانے کا حکم عورتوں کو ہے مردوں کو نہیں۔ اور یہ تو ظاہر ہے کہ غرض بصر کا حکم بجالانے اور چہرہ چھپانے کے باوجود بھی بعض اوقات عورتوں کی نظر غیر مردوں

- پر پڑ سکتی ہے لیکن مرد و نقاب کی حالت میں عورت کے چہرہ کو نہیں دیکھ سکتے اس رعایت کی وجہ یہ ہے کہ عورت کی نظر غیر مرد پر پڑنا اتنا خطرناک نہیں جتنا مرد کی نظر عورت پر پڑنا خطرناک ہے۔ کیونکہ۔
- (۱) عورت اپنی زندگی کے بہت سے لمحات میں طبعی طور پر ایسے کاموں سے غفلت ہوتی ہے۔ مثلاً دورانِ حمل، حیض و نفاس وغیرہ وغیرہ۔ جبکہ مرد ان چیزوں سے آزاد ہوتا ہے۔
- (۲) شرم و حیا کا مادہ عورت میں مرد سے زیادہ ہوتا ہے۔ وہ طبعی طور پر فحاشی کے کاموں میں پیش قدمی کو اپنے لیے باعثِ شہتہ سمجھتی ہے۔
- (۳) اس کی خلقت و فطرت انصافی ہے۔ اگر وہ چاہے بھی تو فحاشی کے کام میں پیش قدمی کرنے کی اس میں اہلیت ہی نہیں ہوتی۔ زنا بالجبر کی تمام دلائل و آیتیں مردوں کی طرف سے ہی ہوتی ہیں۔

میں سے یہ مسئلہ حل ہو جاتا ہے کہ رسول اللہ نے فاطمہ بنت قیس کو اپنے چچا زاد بھائی عبد اللہ ابن ام مکتوم نامینا کے ہاں عدت گزارنے کے لیے کیوں ارشاد فرمایا تھا۔

اب سوال یہ رہ جاتا ہے کہ اگر غرض بصر کے احکام میں عورتوں کے لیے یہ رعایت تشریف فرما رسول اللہ نے ام سلمہ اور حضرت میمونہ کو ابن ام مکتوم نامینا سے پرزہ کا حکم کیوں دیا؟ تو ہمارے خیال میں اس کی وجہ ازواجِ مطہرات کی جلالتِ شان ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے لستن کا حد من النساء لئلا رخصت سے فائدہ اٹھانے کے بجائے عزیمت کا حکم دیا گیا کیونکہ انہیں تمام مسلمان عورتوں کے لیے نمونہ بن کر دکھانا مقصود تھا۔

احکامِ سترو حجاب کی ترتیبِ نزولی

احکامِ سترو حجاب کا ذکر ہمیں دو سورتوں سورہ احزاب اور سورہ نور میں ملتا ہے۔ سورہ احزاب کا زمانہ نزول اواخرِ ۳۷ھ ہے اور سورہ نور کا زمانہ نزول اواخرِ ۳۷ھ ہے ترتیبِ نزول کے لحاظ سے سورہ احزاب کا نمبر ۹۰ ہے اور سورہ نور کا ۱۰۲۔ ہم اسی نزولی ترتیب سے ان احکام کا ذکر کریں گے۔

احکام سورۃ احزاب

جنگ احزاب سے پیشتر تک عام معاشرہ کا یہ حال تھا کہ مسلمان عورتیں اپنی پوری زینت اور آرائش کے ساتھ بے حجاب پھرتی تھیں۔ مسلم گھرانوں میں غیہ مردوں کے داخلہ پر کسی قسم کی پابندی نہ تھی۔ ازدواج مطہرات بھی اسی طرح گھروں سے باہر جایا کرتی تھیں جیسے دوسری عورتیں یہ صورت حال حضرت عمرؓ پر پڑی شاق گذرتی تھی۔ چنانچہ اس صورت حال سے متعلق حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ:-

كان عمر بن الخطاب يقول لرسول الله صلى الله عليه وسلم احجب نساءك قالت ولم يفعل وكان اذواج النبي صلى الله عليه وسلم يعزبن ليلا الى ليل قبل المناسع خرجت سودة بنت زمعة وكانت امرأة طويلة فراها عمر بن الخطاب وهو في المجلس فقال عرفتك يا سودة حرصا ان ينزل الحجاب قالت! فانزل الله عز وجل آية الحجاب

حضرت عمر بن خطابؓ رسول اللہ علیہ وسلم سے کہا کرتے تھے کہ آپ اپنی بیویوں کو پردہ میں رکھئے۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا نہ کیا کیونکہ پردہ کا حکم ابھی نازل نہ ہوا تھا، آپ کی بیویاں اکثر راتوں کو باہر نکلا کرتیں اور مناصع کی طرف (رفع حاجت کے لیے) جاتیں ایک رات حضرت سودہ بنت زمعہ جو قد کی لمبی تھیں نکلیں تو حضرت عمرؓ لوگوں میں بیٹھے بیٹھے ہی کہنے لگے ”سودہ! ہم نے تجھے پہچان لیا“ حضرت عمرؓ نے اس توقع پر یہ بات کی کہ کسی طرح جلد پردہ کا حکم نازل ہو۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ ”پھر اللہ تعالیٰ نے آیۃ حجاب (پردہ کے حکم والی آیت) نازل فرمائی“

لے ایک اور روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے ازدواج مطہرات سے کہا کہ ”اگر آپ کے حق میں میری بات مانی جائے تو کبھی میری ٹھکانیں آپ کو نہ دیکھیں (تفہم القرآن ج ۴ ص ۱۲۱) حضرت عمرؓ کی یہ خواہش بھی تھی کہ عورتوں کو گھر سے مطلقاً باہر جانے کی اجازت نہ ہو نہ چاہیئے۔ لیکن وحی الہی نے اس کی تائید نہیں کی۔ اور عند الضرورۃ انہیں گھر سے باہر نکلنے کی اجازت دے دی۔ (بخاری - حوالہ ایضاً)

لے (بخاری - کتاب الاستئذان - باب آست محارب) کتاب التفسیر - باب ازخولوا سورۃ النبی

چنانچہ اس بے پردگی کی اصلاح کا آغاز رسول اللہ کے گھرانہ سے ہی کیا گیا اور اس سلسلہ میں پہلی باجائیات نازل ہوئی وہ یہ ہے:-

يٰۤاَيُّهَا النّبٰى لستَ بِمُحْصَنٍ كَالْحَدّٰمِۙ مِنَ النِّسَاءِ اِنَّ اَتَقِيْتَنۙ فَلَا
اٰیۃ فبصر ۳۲ ۳۳ تخضعن بالقول فيطمع الذي في قلبه مرض و

قلن قولاً معوّثاً۔ وقرن فی بیوتکم فلا تبرجن تبج الجاہلیۃ الاولی۔ لہ
اسے نبی کی بیویوں اقم عام عورتوں کی طرح نہیں۔ اگر تم اللہ سے ڈرنے والی ہو تو نرم لہجہ میں بات
نہ کیا کرو۔ ایسا کرنے سے دل کی ثرابی میں مبتلا شخص خواہ مخواہ کوئی غلطامیہ لکھ بیٹھے گا۔ لہذا اس سے
عام دستور کے مطابق بات کیا کرو۔
اور اپنے گھروں میں وقار سے ٹھہری رہو۔ اور سابقہ دور جاہلیت کی طرح اپنی زینت و آرائش نہ
دکھاتی پھرو۔

ان آیات سے درج ذیل امور پر روشنی پڑتی ہے:-

- (۱)۔ ان آیات کے نزول سے پہلے بے حجابی اور بے حیائی کا دور دورہ عام تھا۔
- (۲) اللہ تعالیٰ نے اس اصلاح کا آغاز نبی کے گھرانوں سے کیا ہے۔ اس کی وجہ تھیں۔ ایک
تویہ کہ کواللہ تعالیٰ نے تمام امت مسلمہ کے لیے اسوہ حسنہ بنا کر پیش کرنا تھا لہذا ضروری
تھا کہ اصلاح نبی کے گھرانوں سے ہو۔ اور دوسرے یہ کہ جب کبھی اصلاح کی ضرورت پیش
آئے تو اس کا آغاز اگر کسی بڑے گھرانہ سے ہو گا تو تب ہی مؤثر ہو گا ورنہ نہیں۔
- (۳) اس عام بے حیائی کی روک تمام کے لیے سب سے پہلی پابندی عورت کی آواز پر لگائی گئی ہے۔
کہ وہ لوح دار، بشیریں اور نرم گوشہ لیے ہوئے نہ ہونی چاہیئے۔ ایسی لہجہ دار اور شیریں آواز بنائے
خود دل کا روگ ہے۔ پھر جس مخاطب کے دل میں پہلے سے اس قسم کا روگ ہو وہ صرف
اسی بات سے کئی غلط قسم کے خیالات و تصورات دل میں جمانا شروع کر دے گا۔
- (۴) عورت کا اصل جائے مستقر اس کا گھر ہے۔ یہی اس کا دائرہ عمل ہے۔ یہاں سے وہ کسی

خاص ضرورت کے تحت نکل کر باہر جاسکتی ہے یعنی تفریح طبع اور گھومنے پھرنے کے لیے اسے گھر نہیں چھوڑنا چاہیئے۔

(۵) نمائش حسن و جمال اسلام سے پہلے کی جاہلیت کا دستور ہے۔ جس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ جاہلیتِ اولیٰ سے مراد غیر شرعی امور ہیں جو اسلام کے آنے سے پیشتر عرب و غیر عرب ہر جگہ و باکی طرح پھیلے ہوئے تھے۔ تبوُّج بھی انہیں میں سے ایک ہے۔ گویا معاشرہ میں پھیلی ہوئی عام بے حیائی کے سدباب کے لیے پہلی بار جو احکام نازل ہوئے مندرجہ ذیل تین اقسام پر مشتمل ہیں۔

۱۔ آواز پر پابندی | عورت کی آواز غیر مرد نہ سننے پائیں۔ اور اگر ایسی ضرورت پیش آجائے جیسا کہ بعض دفعہ صحابہ کرام حضرت عائشہؓ سے مسائل دریافت فرمایا کرتے تھے۔ تو عورت کو چاہیئے مرد کے لیکن ہند لہجہ میں بات کرے۔ اس کی آواز میں نرمی، لوج، یا نکپن اور شیرینی نہ ہونی چاہیئے۔

یہی وجہ ہے۔ کہ عورت اذان نہیں کہہ سکتی اور نماز باجماعت کے دوران امام غلطی کر جائے تو نہ سبحان اللہ کہہ سکتی ہے۔ اور نہ ہی تہمہ دے سکتی ہے۔ بلکہ اس کے لیے تصفیق کا حکم ہے۔ یعنی اپنے ایک ہاتھ پر دوسرا ہاتھ مار کر آواز پیدا کرنے سے متنبہ کرے۔

۲۔ عورت کا اصل مستقر ایہ وضاحت کر دی گئی کہ عورت کا اصل مستقر اس کا گھر ہے۔ اسے اپنا زیادہ سے زیادہ وقت گھر میں رہ کر گھر کے کام کاج اور بچوں کی تربیت پر صرف کرنا چاہیئے رہے باہر کے کام کاج تو وہ مردوں کے ذمہ ہیں۔

۳۔ نمائش حسن و جمال کا امتناع | پھر اگر کسی ضرورت کے تحت گھر سے نکلنا ہی پڑے۔ تو وہ جاسکتی ہیں۔ مگر اس کا مقصد صرف اس ضرورت کی تکمیل ہو۔ نمائش آرائش اور حسن و جمال

لے تہرج میں پانچ چیزیں شامل ہیں (۱) اپنے جسم کے محاسن کی نمائش (۲) زیورات کی نمائش اور ہیکل (۳) پینے ہوئے کپڑوں کی نمائش (۴) رفتار میں ہانکپن اور ناز و داد (۵) خوشبوئیات کا استعمال جو غیروں کو اپنی طرف متوجہ کرے۔ ان سب چیزوں کی تفصیل اپنے اپنے مقام پر آئے گی

سے غیر مردوں کو اپنی طرف متوجہ کرنا کسی صورت گوارا نہیں۔

عورتوں کی ضروریات

عورتوں کی وہ ضروریات جن کی بنا پر وہ گھر سے نکل سکتی ہیں۔ یہ ہیں۔ فریضہ حج کی ادائیگی نماز کے لیے مسجد یا عید گاہ میں جانا۔ اپنے اقارب سے ملاقات اور ان کی تعاریب شادی وغیرہ میں شامل ہوتا۔ مثلاً عیادت مریض۔ تعزیت موتی یا نکاح وغیرہ میں شامل ہونا وغیرہ وغیرہ۔ حج کی فریضہ کی ادائیگی کے لیے بھی عورت اکیلی سفر نہیں کر سکتی۔ جب تک کہ اس کا خاوند یا کوئی محرم ساتھ نہ ہو۔ ارشاد نبوی ہے۔

عن ابن عباس قال . . . فقام رجل فقال يا رسول الله امرأتی

خبرجت حاجۃ واکتبت فی غزوة کذا وکذا فقال

ارجع فحج مع امراتک لہ

ابن عباس کہتے ہیں کہ ”بھرا ایک آدمی کھڑا ہوا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! میری بیوی حج کے لیے نکلی ہے اور میرا نام فلاں غزوہ میں لکھا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا:

تو لوٹ جا اور اپنی بیوی کے ساتھ حج کر۔

اب دیکھیے رسول اللہ نے جہاد جیسے اہم فریضہ دینی سے اس آدمی کو رخصت دے دی۔ مگر یہ گوارا نہیں فرمایا کہ اس کی عورت اکیلی حج پر چلی جائے۔

عام سفر | یہی صورت عام سفر کی بھی ہے۔ گویا عورت کا اکیلے سفر کرنا۔ خواہ وہ کسی بھی ضرورت کے لیے ہو۔ حرام ہے۔ ارشاد نبوی ہے۔

لا تسافر المرأة مسیرة یوم ولیلۃ الا ومعها ذو محرم لہ

کوئی عورت ایک دن رات کی مسافت کا سفر نہ کرے۔ الا یہ کہ اس کے ساتھ کوئی

سلف بخاری۔ کتاب النکاح۔ باب لا یخلون رجل . . .

سلف ترمذی۔ الواب الرضا، باب مسیرة المرأة وحدها۔
© rasailojaraid.com

محرم ہو۔
نیز آپ نے فرمایا:

المرأة عورة فإذا خرجت استشرفها الشيطان له

جب عورت (گھر سے) نکلتی ہے۔ تو شیطان اس کو تانکتا ہے (یعنی اپنا آلہ کار بناتا ہے۔) نماز عورتوں کو نماز کے لیے مسجد میں جانے کا حکم نہیں بلکہ اجازت ہے۔ اور اجازت بھی عدم ممانعت کی صورت میں ہے یعنی عورت اپنے خاوند کی اجازت سے ہی مسجد میں جاسکتی ہے۔ ورنہ نہیں۔

ارشاد نبوی ہے۔

لا تمنعوا نساءكم حظوظهن عن المساجد إذا استأذنكم لهن

اگر تمہاری بیویاں تم سے مسجد میں جانے کی اجازت طلب کریں تو انہیں نہ روکو۔

امام مسلم نے باب کے عنوان میں یہ وضاحت بھی کہ دی کہ یہ اجازت بھی اس صورت میں ہوگی جب کہ کسی فتنہ کا خدشہ نہ ہو۔ چنانچہ حضرت عائشہ (اپنی زندگی کے آخری ایام میں) فرماتی ہیں کہ اگر رسول اللہ موجودہ صورت حال دیکھتے تو عورتوں کو مساجد میں جانے سے روک دیتے۔ جیسا کہ بنی اسرائیل کی عورتوں کو روک دیا گیا تھا سہ۔

غور فرمائیے کہ مسجد نبوی میں ایک نماز باجماعت کا ثواب ہزار نماز کے ثواب کے برابر ہے اور امام خود رسول اللہ ہیں جو امام الانبیاء ہیں لیکن ان سب باتوں کے باوجود جب ام حمید ساعدیہ نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میری پسند خاطر یہ ہے کہ میں آپ کے ساتھ نماز ادا کروں تو آپ نے فرمایا۔ تیرے گھر کی کوٹھڑی میں تیری نماز تیرے گھر کے دالان سے افضل ہے۔ اور دالان میں نماز صحن کی نماز سے افضل ہے۔ صحن کی نماز محلہ کی مسجد کی نماز سے افضل ہے اور

لہ (ترمذی۔ ابواب الرضائع۔ باب کو اہیۃ دخول علی المخیبات)

لہ (مسلم۔ کتاب الصلوۃ۔ باب خروج النساء اذ لم یترتب علیہ فتنۃ)

لہ بخاری کتاب الصلوۃ باب خروج النساء

حکمہ کی مسجد میں نماز جامع مسجد کی نماز سے افضل ہے۔

اور حضرات ام سلمہ کی روایت میں رسول اللہ کے الفاظ یہ ہیں: (خیر مساجد النساء قصر بیوتھن) یعنی عورتوں کے لیے بہترین مساجد ان کے گھروں کے اندرونی حصے ہیں۔
پھر اس طرح مسجد میں جانے کی بھی سنت نبوی نے کئی طرح کی پابندیاں عائد کر دی ہیں مثلاً۔
(۱) وہ صرف اندھیرے کی نمازوں (یعنی عشاء اور فجر) میں شامل ہو سکتی ہے۔ ماسوائے

جمعہ اور عیدین کے

(۲) جس رات عورت مسجد میں جانا چاہئے تو خوشبو نہیں لگا سکتی

(۳) مردوں کے لیے بہتر صف پہلی ہے اور بری سب سے آخری صف اور عورتوں کے لیے پہلی صف سب سے بری ہے اور آخری صف بہتر ہے
لہذا وہ اس بات کا بھی خیال رکھے۔

(۴) اسے چاہیئے کہ رکوع و سجدوں کے بعد اٹھائے (مسلم حوالہ ایضاً)

(۵) نماز باجماعت سے فراغت کے بعد فوراً مردوں سے پہلے مسجد سے نکل جائے

(۶) اگر وہ ایسی پرچوم ہو اور مرد و عورت مل جائیں تو عورتیں راستہ کے کناروں پر چلیں

(۷) عیدین چونکہ کھلمیڈان میں پڑھی جاتی ہے۔ وہاں عورتیں بالکل الگ مقام پر جمع ہوتی تھیں

لے احمد طبرانی

لے احمد طبرانی

لے بخاری۔ کتاب الصلوٰۃ باب خروج النساء الى المساجد بالليل والنفس

لے بخاری۔ کتاب الصلوٰۃ: باب خروج النساء

لے مسلم، کتاب الصلوٰۃ باب امر النساء

لے مسلم بخاری ایضاً

لے البدائع، کتاب الادب۔

لے مسلم، کتاب الصلوٰۃ۔

آیت نمبر ۵ | يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوهُنَّ

من وراء حجاب له

اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں بلا اجازت داخل نہ ہو کرو۔ اور اگر تمہیں نبی کی بیویوں سے کچھ مانگنا ہو تو پردے کے پیچھے سے مانگا کرو۔

۴۔ نبی کے گھروں میں عام داخلہ پر پابندی | درج بالا آیت کو آیہ حجاب کہتے ہیں۔ اس حکم کا آغاز رسول اللہ کے گھروں سے پڑا ہے۔ آپ کے گھروں میں جو طرح طرح کے لوگ آتے تھے، انہیں تنبیہ کر دی گئی ہے کہ وہ اجازت حاصل کیے بغیر رسول اللہ کے گھروں میں داخل نہیں ہو سکتے۔

۵۔ حجاب کا آغاز | اس آیت میں مسلمانوں کو دوسرا حکم یہ دیا گیا ہے کہ اگر انہیں نبی کی بیویوں سے کچھ کام ہو۔ ضرورت کی کوئی چیز لینا ہو یا کوئی بات پوچھنی ہو تو ”حجاب“ سے باہر کھڑے ہو کر مانگیں یا پوچھیں۔ اس حکم کے نزول کے بعد ازواجِ مطہرات نے اپنے گھروں کے دروازوں پر پردے لٹکا دیے۔ پھر ان کی دیکھا دیکھی دوسرے مسلمانوں نے بھی اپنے گھروں کے دروازوں پر پردے لٹکالیے۔ (موجب حکم آیت ، ۲۷ سورہ نور)

آیت نمبر ۵۹ | يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ: قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيقِهِنَّ ذَلِكَ ادْنَىٰ أَنْ يُعْرِضْنَ فَلَا يُوْذِينَ لَه

اے نبی! اپنی بیویوں، بیٹیوں اور مومنوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ وہ (باہر نکلا کریں تو) اپنے چہروں پر اپنی چادرین لٹکا (کہہ گھونٹ لٹکا)، لیا کریں۔ یہ امر ان کے لیے موجب شناخت (وامتیاز) ہوگا۔ تو کوئی ان کو ایذا نہ دے گا۔

۶۔ چہرہ کا پردہ | اس آیت میں نبی کے گھرانوں کے علاوہ عام مسلمان عورتوں کو بھی چہرہ

کے پردہ کا حکم دیا گیا ہے۔

بعض حضرات جو چہرہ کو پردہ کے حکم سے مستثنیٰ قرار دینا چاہتے ہیں ان کا خیال ہے کہ:
 یدنین علیہن من جلابیہہن کا مطلب چادر لٹکانا نہ نہیں بلکہ اس سے مراد چادر کو اپنے جسم کے ارد گرد اچھی طرح لپیٹنا ہے۔ اس توجیہ کی اصل وجہ جو کچھ ہے وہ تو سب کو معلوم ہے ہم صرف یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ یہ توجیہ لغت، عقل اور نقل سب کے خلاف ہے۔ وہ یوں کہ:

۱۔ لغوی لحاظ سے "یدنی" کا معنی قریب ہونا بھی ہے اور جھکانا اور لٹکانا بھی۔ قرآن میں ہے
 وجنا الجنتین دان۔ ۱۰

اور ان دونوں باغوں کے پھل جھک رہے ہیں یا لٹک رہے ہیں۔

اور ادنیٰ بمعنی قریب کرنا۔ جھکانا اور لٹکانا ہوا۔ اور ادنیٰ النساء بمعنی پردہ لٹکانا (منجد) ہے اب اگر "ادنیٰ" الیہن من جلابیہہن کے الفاظ ہوتے تو ان میں ان معانی کی گنجائش تھی جو یہ حضرات چاہتے ہیں۔ یعنی اپنی چادروں کو اپنے جسموں کی طرف قریب کر لیں یا لٹک مار لیں لیکن قرآن کے الفاظ میں: یدنین علیہن من جلابیہہن جس کا معنی لٹکانا کسی چیز کو لٹکانا ہی ہو سکتا ہے ادنیٰ کے ساتھ علی کا صلہ اس میں امر خالص یعنی اوپر سے لٹکانے کے معنوں میں مخصوص کر لیتا ہے۔ اور جب لٹکانا یا نیچے کرنا معنی ہو تو اس کا مطلب چہرہ کا گھونگھٹ لٹکانا ہی ہوگا۔

۲۔ عقلی لحاظ سے یہ توجیہ اس لیے غلط ہے کہ عورت کا چہرہ ہی وہ چیز ہے جو مرد کے لیے عورت کے تمام بدن سے زیادہ پرکشش ہوتا ہے۔ اگر چہرہ کو ہی حجاب سے مستثنیٰ قرار دیا جائے تو پھر حجاب کے دوسرے احکام کا فائدہ کیا ہے؟ فرض کیجئے کہ آپ اپنی شادی سے بیشتر اپنی ہونے والی بیوی کی شکل و صورت دیکھنا چاہتے ہیں۔ اب اگر آپ کو اس لڑکی کا چہرہ نہ دکھایا جائے اور باقی تمام بدن ہاتھ پاؤں وغیرہ دکھلا دیئے جائیں کیا آپ مطمئن ہو جائیں گے؟

اس سوال کا جواب یقیناً نفی میں ہے۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے۔ کہ اس لڑکی کا آپ کو صرف چہرہ دکھلادیا جائے اور باقی بدن نہ دکھایا جائے۔ اس صورت میں آپ پھر بھی بہت حد تک مطمئن نظر آئیں گے۔ پھر جب یہ چیزیں روزمرہ تجربہ اور مشاہدہ میں آ رہی ہیں۔ تو پھر آخر چہرہ کو حجاب سے کیونکر خارج کیا جاسکتا ہے؟

۳۔ اور نقلی لحاظ سے بھی یہ توجیہ غلط ہے۔ اس سلسلہ میں ہم حضرت عائشہ کا واقعہ ایک سے متعلق اپنا بیان یہاں نقل کرتے ہیں۔ جو بخاری میں مذکور ہے۔ یاد رہے سورہ احزاب جنگ احزاب (شوال یا ذیقعد ۳۷) کے بعد نازل ہوئی تھی اور واقعہ ایک غزوہ نبی مصطفیٰ (شوال ۳۷) میں پیش آیا اور سورہ نور اس کے بعد نازل ہوئی۔

”خیر میں اسی جگہ بیٹھی رہی اتنے میں میری آنکھ لگ گئی۔ اتنے میں ایک شخص صفوان بن معطل سلی اس مقام پر آیا اور دیکھا کہ کوئی سو رہا ہے۔ اس نے مجھے دیکھتے ہی پہچان لیا کیونکہ حجاب کا حکم اترنے سے پہلے اس نے مجھ کو دیکھا تھا۔ اس نے مجھ کو پہچان کر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا تو میری آنکھ کھل گئی۔ فتحت رت وجھی بجلبا بی۔ تو میں نے اپنا چہرہ اپنی چادر سے ڈھانپ لیا۔“

اب بتلایئے کہ اگر یدتین علیہن من جلابیہن سے چہرہ خارج ہے تو کیا (معاذ اللہ) حضرت عائشہؓ اور دوسرے صحابہ نے اس کا مطلب غلط سمجھا تھا؟

صنفاً اس آیت سے مندرجہ ذیل باتوں کا بھی پتہ چلتا ہے۔

۱۔ رسول اللہ کی بیٹی صرف ایک (فاطمہ الزہراءؓ) ہی نہیں تھی بلکہ ان کی تعداد تین یا تین سے زیادہ تھی۔ اور حقیقتاً یہ تعداد چار ہے۔

۲۔ حجاب کے احکام کا اطلاق صرف نبی کی بیویوں اور بیٹیوں پر ہی نہیں۔ بلکہ یہ خطاب تمام مسلمان عورتوں سے ہے۔ خواہ وہ ”فضلیات النساء“ میں شمار ہوں یا نہ ہوں۔

۳۔ مسلمان لونڈیاں یا کنیزیں بھی نساء المؤمنین میں شامل ہیں۔ انہیں حجاب کے احکام میں

رخصت ضرور ہے۔ مگر بہتر یہی ہے کہ اگر وہ بھی یہ احکام بجالا سکیں تو ضرور لائیں۔
یہاں تک تو ستر و حجاب کے وہ احکام تھے جو جنگِ احزاب کے بعد سورہ احزاب میں واقع
۳۷ھ تک نازل ہوئے۔ بعد ازاں جو واقعہ انک ۳۸ھ کے بعد سورہ نور میں نازل
ہوئے۔ ان کی تفصیل اس طرح ہے۔

احکام سورہ نور

آیت ۱۹ اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تُشَیَّعَ الْفَاحِشَةُ فِی الدِّیْنِ اٰمَنُوا لَهُمْ عَذَابُ الْاَلِیْمِ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ لَهٗ
جو لوگ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ مومنوں میں فحاشی کی باتیں پھیلیں ان کے لیے دنیا و آخرت
دونوں جگہ دکھ دینے والا عذاب ہے۔

۷۔ فحاشی کی اشاعت پر پابندی | فحاشی کی اشاعت کی بہت سی صورتیں ہیں۔ پہلی اور
سب سے اہم صورت تو وہی ہے جس کا اس سورت میں ذکر ہے۔ کہ اگر کوئی شخص کسی پاک دامن عورت
کو اہتمام لگا دے۔ تو دوسرے لوگ بلا تحقیق اس بات کو آگے دوسروں سے بیان کرنا شروع کر دیں
دوسری صورت یہ ہے کہ زنا جسے قرآن نے فاحشۃ مبینۃ کہا ہے کے علاوہ
شہوت رانی کی دوسری صورتیں اختیار کی جائیں۔ مردوں کی مردوں سے لواطت جس کی وجہ سے
قوم لوط پر پتھروں کا عذاب آیا تھا لوطی کی سزا قتل ہے تیسری صورت یہ ہے کہ مرد حیوانات
سے یہ غرض پوری کریں۔ اس کے متعلق رسول اللہ نے فرمایا:

مَنْ وَجَدَ تَمَکُھُ وَوَقَعَ عَلٰی بَہِیْمَۃٍ فَاصْلَوْاھُ وَاقْتُلُوْا الْبَہِیْمَۃَ لَہٗ

اگر تم دیکھو کہ کوئی شخص کسی حیوان پر جا پڑا ہے تو اس کو بھی اور اس حیوان کو بھی مار ڈالو۔

چوتھی صورت یہ ہے کہ عورتیں عورتوں سے ہم بستری کریں۔

شریعت نے عورت کے لیے بھی عورت کے ستر کے حد و مقرر کر دیئے ہیں۔ یعنی کوئی عورت

کسی عورت کے سامنے بھی ناف سے لے کر گھٹنوں تک کا حصہ کسی صورت میں کھول سکتی۔ اور ہمارے ہاں بعض مقامات پر جو یہ رواج ہے کہ عورتیں ننگے بدن ایک ساتھ نہایتی ہیں یہ بالکل خلاف شرع ہے۔ اور عورتوں کا ننگے بدن ایک دوسرے سے چمٹنا تو اور بھی بُری بات ہے۔ اس چیز سے رسول اللہ نے سختی سے منع فرما دیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔

لا تباشرا المرأة المرأة له

کوئی عورت کسی دوسری عورت کے ساتھ نہ چمٹے۔

اس حدیث کے الفاظ سے چمٹی لگانا بھی مراد لیا جاسکتی ہے۔ کیونکہ عربی زبان میں مجامعت کے لیے مباشرت کا لفظ بھی عام استعمال ہوتا ہے۔

پانچویں صورت یہ ہے۔ کہ عورت حیوانات سے اپنی خواہش پوری کرے۔ اس کا حکم بھی وہی ہے۔

چھٹی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے دوستوں سے اپنی بیوی سے ہم بستری کی باتیں دلچسپی لے کر بیان کرے۔ یا ایسے ہی کوئی عورت اپنی سہیلیوں سے ایسے تذکرے کرے۔ یا کوئی عورت ننگے بدن دوسری ننگی عورت سے چمٹے پھر اس بات کا تذکرہ اپنے خاوند سے بیان کرے اور اس عورت کے مقامات ستر سے اسے آگاہ کرے تاکہ اس کے شہوانی جذبات بیدار ہوں اور اس کا خاوند اس کی طرف مائل ہو۔ ایسی باتوں سے بھی رسول اللہ نے منع فرمایا ہے۔

پھر آج کل اس فحاشی کی اشاعت کی اور بھی بہت سی صورتیں ایجاد ہو چکی ہیں مثلاً تھیٹر۔ سینما گھر۔ کلب۔ ہاؤس ہوٹل ریڈیو اور ٹی وی پر شہوت انگیز پروگرام۔ فحاشی پھلانے والا لٹریچر ناول، افسانے اور ڈرامے وغیرہ۔ اخبارات اور اشتہارات وغیرہ میں عورتوں کی عمریاں تصاویر۔ وغیرہ غرض فحاشی کی اشاعت کا دائرہ آج کل بہت وسیع ہو چکا ہے۔ اس موجودہ دور کی فحاشی کی ذمہ دار یا تو حکومت ہے۔ یا پھر سرمایہ دار لوگ جو سینما تھیٹر اور کلب گھر بناتے ہیں۔ یا اپنا میک اپ کا سامان

لے رہنمائی۔ کتاب النکاح باب لا تباشرا...

لے (بخاری، حوالہ اہل)

بیچنے کی خاطر انہوں نے عورتوں کی عریاں تصاویر شائع کرنے کا محبوب مشغلہ اپنا رکھا ہے۔ ان سب کے لیے یہی وعید ہے کہ لہم عذاب الیم فی الدنیا والآخرۃ۔

۲۶ | یا ایہذا الذین آمنوا لاتدخلوا بیوتنا غیر بیوتکم حتی تستأنسوا

آیت اے ایمان والو! اپنے گھروں کے علاوہ دوسروں کے گھروں میں داخل نہ ہوا کرو۔ یہاں تک کہ اہل خانہ کو متعارف نہ کراؤ اور ان پر سلام کہے بغیر داخل نہ ہوا کرو۔

۸۔ حکم استیذان | سورہ احزاب میں جو اذن لے کر گھروں میں داخل ہونے کا حکم تھا صرف رسول اللہ کے گھرانوں تک محدود تھا۔ اب اس حکم کا دائرہ وسیع کر کے تمام مسلمان گھرانوں کو اس حکم کا پابند بنایا گیا۔ اور تمام مسلمانوں کو حتیٰ کہ صاحب خانہ کو اس حکم کا پابند کر دیا گیا۔ ارشاد نبوی ہے۔

”علاء بن سیار کہتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ سے پوچھا کہ کیا میں گھر جاتے وقت اپنی ماں سے بھی اذن مانگوں۔ فرمایا۔ ہاں۔ وہ بولا: میں تو اس کے ساتھ گھر میں رہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: پھر بھی اجازت لے کر جا۔ وہ بولا۔ میں ہی تو اس کی خدمت کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا:“

استأذن علیہا تعجب ان تراھا عریانۃ“ قال لا: قال: فاستأذن علیہا ۛ پھر بھی اجازت لے کر جا۔ کیا تو چاہتا ہے کہ تو اپنی ماں کو ننگا دیکھے۔ وہ کہنے لگا نہیں۔ تو آپ نے فرمایا۔ پھر اذن لے کر جا۔“

قل للمؤمنین یغضوا من ابصارہم ویحفظوا فروجہم

ذلک ازکی لہم ان اللہ خیر بما یصنعون

وقل للمؤمنات یغضن من ابصارہن ویحفظن

فروجہن ولا یدین زینتھن الا ما ظہر منها ولیرضعن

بجسھن علی جواربھن ولا یدین زینتھن الا

لِعَوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبَائِهِنَّ اَوْ اَبْنَائِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِي اَخْوَانِهِنَّ اَوْ نِسَاءَهُنَّ
اَوْ مَمْلُوكَاتِهِنَّ اِيْمَانِهِنَّ اَوَّلُ التَّابِعِينَ غَيْرِ اُولَ الْاِلَاحِ رِبَّةٌ مِنَ الرِّجَالِ
اَوْ لَطْفُ الذِّكْرِ لَمْ يَظْهَرُوا عَلَى عَوَلَتِ النِّسَاءِ وَلَا يَضْرِبُ
بَارِحِلَهِنَّ لِيَعْلَمَ مَا يَخْفَيْنَ مِنْ زِينَتِهِنَّ وَتَوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ
جَمِيْعًا اٰيَةُ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تَفْلَحُوْنَ ۝

اے رسول! مومن مردوں سے کہہ دو کہ اپنی نظریں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کریں۔ یہ ان کے لیے بڑی پاکیزگی کی بات ہے اور جو کام یہ کرتے ہیں اللہ ان سے خبردار ہے۔ اور مومن عورتوں سے بھی کہہ دو کہ وہ بھی اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کیا کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں مگر جو آپ سے آپ ظاہر ہو جائے اور اپنے دوپٹے اپنے پہلوؤں پر ڈال لیا کریں۔ اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں مگر اپنے خاوندوں سے، یا اپنے باپوں سے، یا اپنے خاوند کے باپوں (سسر یا خسر) سے، یا اپنے بیٹوں سے، یا اپنے خاوندوں کے بیٹوں (جو دوسری بیوی سے ہوں یعنی سوتیلے بیٹے) سے یا اپنے بھائیوں سے، یا بھائیوں کے بیٹوں (بھتیجے) سے یا بہنوں کے بیٹوں (بھانجے) سے یا اپنی (ہی قسم کی) عورتوں سے، یا اپنی لونڈی غلاموں سے، یا ان خدام سے جو عورتوں کی خواہش نہ رکھتے ہوں یا ایسے لڑکوں سے جو عورتوں کے پردے کی چیزوں سے واقف نہ ہوں۔ اور اپنے پاؤں (ایسے زمین پر دھاریں کہ جھنکار کا نوں میں پہنچے اور) ان کا پوشیدہ زیور معلوم ہو جائے اور مومنو! سب اللہ کے ہاں توبہ کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

ان آیات سے مندرجہ ذیل احکام مستنبط ہوتے ہیں:-

۹۔ نظر بازی پر پابندی | بصر کا حکم مردوں اور عورتوں دونوں کو ایک جیسا ہے۔ غرض بصر کا یہ مطلب نہیں کہ چلتے وقت راستہ بھی پوری طرح نظر نہ آئے۔ بلکہ اس کا یہ مطلب ہے کہ مرد کی کسی غیر عورت پر اور عورت کی کسی غیر مرد پر نظر نہ پڑنی چاہیے، اور اتفاق سے نظر پڑ جائے تو فوراً نظر اٹھالی جائے جیسا کہ

رسول اللہ نے حضرت علیؓ کو فرمایا تھا۔

لا تتبج النظرة النظرة فان لك الاولى وليست لك الاخرة
پہلی دفعہ کی نظر تجھے معاف ہے لیکن دوسری بار نظر (معاف نہیں ہے)۔

پھر ایک بار آپ نے یوں فرمایا کہ:

زنى العين النظرة

۲ نکھوں کا زنا نظر بازی ہے۔

مندرجہ بالا ہر دو آیات میں اللہ تعالیٰ نے نظر بازی سے اجتناب کے ساتھ ہی فروج کی حفاظت کا ذکر فرمایا ہے۔ جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ فروج کی حفاظت کے لیے نظر بازی سے پرہیز انتہائی ضروری ہے۔ بالفاظ دیگر زنا کے عوامل میں سے نظر بازی ایک بہت بڑا عامل ہے۔ نیز یہ کہ ستر و حجاب کے تمام ترا حکام کی غرض و غایت فروج کی حفاظت یا زنا سے پرہیز ہے۔ اور یہ فروج کی حفاظت بہت بڑی پاکیزگی کی بات ہے۔

پھر اس نظر بازی کے فتنہ میں بعض دوسرے اعضا بھی شامل ہو جاتے ہیں۔ مندرجہ بالا حدیث اس طرح ہے۔

فزنا العين النظر وزنا اللسان المنطق والنفس تمنى وتشتهى و

الفرج يصدق ذلك كله ويكذبه

انکھ کا زنا نظر بازی ہے اور زبان کا زنا فحش کلامی ہے اور آدمی کا نفس زنا کی خواہش کرتا ہے پھر شر مگاہ یا تو اس سب قسم کے زنا کی تصدیق کر دیتی ہے یا تکذیب۔

نظر بازی کا فتنہ کس قدر معیوب ہے۔ اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل حدیث بھی ملاحظہ فرمائیے
”ہسل بن سعدؒ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے سوراخ میں سے آپؐ کے حجرے

لے کر مدی ابواب الادب۔ باب نظر الفحاة

لے بخاری۔ کتاب الاستیذان۔ باب زنا الجوارح دون الفرج۔

میں جھانکا۔ اس وقت آپ کے ہاتھ میں خارِ پشت تھا۔ جس سے سر کھل رہا تھا۔ آپ نے فرمایا اگر مجھے معلوم ہو جاتا کہ تو جھانک رہا ہے تو میں تیری آنکھ پر مار کر اسے پھوڑ دیتا۔ استیذان کا حکم تو نظر بازی کے فتنہ کی وجہ سے ہوا ہے۔“ لے

اور طبرانی میں ایک روایت یوں ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

ان النظر سهم من سهام ابليس مسموم لہ

نگاہ ابلیس کے زہریلے تیروں میں سے ایک تیر ہے۔

غیر عورت کی طرف دیکھنا جس قدر گناہ کی بات ہے وہ آپ دیکھ چکے۔ اس میں بھی ایک استثنائی صورت ہے اور وہ یہ کہ آدمی کو اپنی ہونے والی بیوی (مخطوبہ) کو دیکھنے کی اجازت ہے مغیرہ بن شعبہ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک عورت سے منگنی کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انظر اليها فانه احقر ان يؤدم بينكما لہ

اس کی طرف دیکھ لے کیونکہ تم دونوں میں موانست پیدا ہونے کا یہ بہتر طریقہ ہے۔ ایک دفعہ آپ کے پاس ایک آدمی آیا جو کسی انصاری عورت سے شادی کرنا چاہتا تھا۔ آپ نے اسے فرمایا:-

انظرت اليها؟ قال لا قال فاذهب فانظر اليها فان في انصاري شيئا لہ

کیا تو نے اس (مخطوبہ) کی طرف دیکھ لیا؟ اس نے کہا: نہیں۔ آپ نے فرمایا: تو جاد اور اس کی طرف دیکھ لے کیونکہ انصاری عورتوں کی آنکھوں میں کچھ غیب ہوتا ہے۔

لے بخاری، کتاب الاستیذان

تفہیم القرآن، ج ۳، ص ۳۸۰

لے (ترمذی، ابواب النکاح، باب النظر الى المخطوبہ)

لے (مسلم، کتاب النکاح، باب ندب من اراد نکاح ۱۰۰۰)

احکام حجاب کی رخصت کس کس سے

۱۔ محرم رشتہ داروں سے | قرآن کریم میں بارہ قسم کے لوگوں یا رشتہ داروں کا ذکر آیا ہے جن سے حجاب کی ضرورت نہیں۔ البتہ ستر کے احکام بہر حال بدستور برقرار رہیں گے۔ بالفاظ دیگر ان مذکورہ ۱۲ قسم کے لوگوں یا رشتہ داروں کے سامنے عورتیں اپنی زینت کا اظہار کر سکتی ہیں۔ ان میں سے آٹھ ابتدائی اقسام ایسے رشتہ دار ہیں جو ابدی طور پر محرم ہیں اور وہ یہ ہیں۔
(۱) خاوند (۲) باپ (۳) کسب (۴) حقیقی بیٹے (۵) سوتیلے بیٹے (۶) بھائی (۷) بھتیجے اور (۸) بھانجے۔

پھر اس فہرست میں وہ رشتہ دار بھی شامل ہو جاتے ہیں۔ جو رضاعت کی بناء پر حرام ہوں۔ مثلاً رضاعی باپ، رضاعی بھائی یا رضاعی بیٹے وغیرہ رسول اللہ نے سورہ النساء کی آیت فبر ۳۷۷ ہی استنباط کر کے نسب اور رضاعت کو ایک ہی سطح پر رکھ کر فرمایا کہ،
”جو رشتے نسب کے لحاظ سے حرام ہیں وہی رشتے رضاعت کے لحاظ سے بھی حرام ہیں۔“

محرم رشتہ داروں کی مزید تفصیل آخری باب میں بیان ہوگی۔
ب ملک مبین سے رخصت | عورتوں کا ذکر ہوا تو یہ وضاحت کر دی گئی کہ عورتوں کو اپنی لوثیروں سے اپنی زینت کے اظہار کی رخصت ہے۔

ج۔ خدام سے رخصت کی شرائط | تابعین سے مراد مطیع و متقاد، نوکر، چاکر، اور شاگرد قسم کے لوگ ہیں۔ لیکن ان سے رخصت صرف اس صورت میں ہے۔ کہ انہیں ”ہمبستری کی خواہش نہ ہو“۔ یہ عدم خواہش بچپن کی وجہ سے بھی ہو سکتی ہے۔ زیادہ پڑھ لپے کی وجہ سے بھی۔ بیماری یا نامرزی کی وجہ سے بھی اور ملک کی عزت اور وقار کی وجہ سے بھی۔ یعنی یہ خدام ایسی بات کا قصور تک بھی نہ کر سکتے ہوں۔ اور اگر یہ خطرہ ہو کہ ایسے لوگوں کے شہوانی جذبات بھی کسی وقت پیدا ہو سکتے

ہیں تو پھر ان سے یہ رخصت ختم ہو جاتی ہے۔ ان پر حجاب کے احکام لاگو ہو جاتے ہیں، اور ان کے سامنے اظہارِ زینت کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ لہذا اپنے ڈرائیور خانسامے اور بیرے وغیرہ سے حجاب کی رخصت کی کوئی گنجائش نہیں۔

دب پچوں سے رخصت | بچوں اور لڑکوں سے یہ رخصت اس وقت تک ہے۔ جب تک ان کے شہوانی جذبات بیدار نہ ہوئے ہوں یعنی اندازاً دس گیارہ سال تک کم بچوں کے سامنے تو عورت اپنی زینت کا اظہار کر سکتی ہے۔ بعد میں نہیں۔

عورت کا عورت سے پردہ | انیں قسم جن سے حجاب کی ضرورت نہیں یا ان کے سامنے عورت اظہارِ زینت کر سکتی ہے۔ وہ اپنی عورتیں ہیں۔ اپنی عورتوں سے مراد آپس میں میل ملاقات رکھنے والی مسلمان عورتیں ہیں۔ جو ایک دوسرے کو جانتی پہچانتی اور ایک دوسرے پر اعتماد رکھتی ہیں ایسی عورتوں کے سامنے اظہارِ زیب و زینت کیا جاسکتا ہے۔ رہی دوسری غیر مسلم، مشتبہ اور ان جہاتی عورتیں تو ایسی عورتوں سے بھی ایسے ہی حجاب کا حکم ہے جیسے غیر مردوں سے۔ دہریہ ہے کہ عورتیں ہی ہوتی ہیں حو تجبر گری کی دلائی بھی کہتی ہیں۔ نوخیز اور نادان لڑکیوں کو اپنے دامِ تزدیر میں پھنسا کر غلط راستوں پر ڈالتی ہیں اور ایک گھر ان کے بھید کی باتیں کسی دوسرے گھر میں بیان کر کے فحاشی کو پھیلانے میں مؤثر کردار ادا کرتی ہیں۔ ایسی عورتوں سے سخت پرہیز کی ضرورت ہوتی ہے۔ لہذا تمام ان جہاتی اور غیر عورتوں سے حجاب کا حکم دے دیا گیا۔

علاوہ انیں ہیچڑوں (مخنت) یا زنانہ وضع قطع رکھنے والے مردوں سے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجاب کا حکم دیا ہے۔ دو رزوی کا ایک واقعہ ہے کہ ایک دفعہ آپ حضرت ام سلمہؓ کے ہاں تشریف فرما تھے۔ گھر میں ایک ہیچڑا تھا۔ وہ حضرت ام سلمہؓ کے بھائی عبداللہ بن ابی ربیعہ سے کہنے لگا: اگر اللہ نے کل کے دن طائف فتح کر دیا تو میں تمہیں غیلان کی بیٹی کی نشان دہی کروں گا۔ ناہما تقبل بایع و تدبر عثمان (یعنی اگر سامنے آتی ہے تو چار بیٹیں لے کر اور پیٹھ موڑتی ہے تو آٹھ بیٹیں لے کر) رسول اللہ نے یہ بات سن لی تو فرمایا: اے ہیچڑا! آئندہ تمہی تمہارے ہاں نہ آیا کرے۔

لے بخاری کتاب النکاح باب ما یمنی من الدخول

یہ غنث یا زنا نہ یا خسرو یا ہجرہ چونکہ عورتوں کے امور سے دلچسپی رکھتا تھا۔ لہذا آپ نے اس سے مکمل طور پر حجاب کا حکم دے دیا اور داخلہ بند کر دیا۔ عورت کے عورت سے پردہ کے متعلق مزید بات پہلے بیان ہو چکی ہیں۔

۱۲۔ حرکات پر پابندی | عورتوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے پاؤں اس انداز سے زمین پر ماریں کہ ان کے زیوروں کی جھنکار سنائی دینے لگے اور معلوم ہو جائے کہ اس نے کیا کچھ زیور پہن رکھے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ عورت کا پاؤں زمیں پر پڑنے کے ساتھ ساتھ کسی عاشق مزاج کے دل پر بھی جا پڑے۔

إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا كَمَا مَفْهُوم

بعض علما قرآن کریم کے الفاظ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا سے یہ مراد لیتے ہیں کہ احکام حجاب سے چہرہ اور ہاتھ مستثنیٰ ہیں۔

یعنی عورتوں کو غیر مردوں سے بھی چہرہ اور ہاتھ چھپانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہ توجیہ درج ذیل وجوہ کی بنا پر غلط ہے۔

(۱) اس آیت میں احکام حجاب کی رخصتوں کا ذکر ہے نہ کہ احکام حجاب کی پابندیوں کا۔ یعنی ذکر توجیہ چل رہا ہے کہ فلاں فلاں ابدی محرم رشتہ داروں سے بھی حجاب کی ضرورت نہیں۔ اپنی عورتوں سے بھی، لونڈیوں سے بھی، اہدام اور نابالغ بچوں سے بھی اظہار زینت اور حجاب کی کوئی پابندی نہیں۔ اب دیکھئے کہ اس آیت میں کہیں عام لوگوں یا غیر مردوں کا ذکر آیا ہے کہ ان سے بھی اظہار زینت کوئی پابندی نہیں؟ لہذا اگر ان حضرات کے مصداق ما ظہر منہا سے مراد چہرہ اور ہاتھ ہی لے لیے جائیں تو بھی چنداں فرق نہیں پڑتا کیونکہ اس آیت میں مذکور اشخاص کے سامنے ہاتھ اور چہرہ کھلا رکھنے کی اجازت ہی کا تو ذکر ہے۔

(۲) اس بات کے باوجود بھی یہ توجیہ غلط ہے۔ کیونکہ ما ظہر منہا میں ہاکی ضمیر زینتہن کی طرف لٹچی ہے۔ جو قریب ہی مذکور ہے۔ نہ کہ اعضائے بدن کی طرف جن کا یہاں ذکر ہی نہیں۔ اور اس جملہ کا مطلب یہ ہے کہ عورتیں اپنی زینت ظاہر کریں مگر جو اس زینت سے از خود ظاہر ہو جائے، گو یا اللہ تعالیٰ عورتوں کو تکلیف بالا یطاق نہیں دینا چاہتے۔ یعنی اگر حجاب یا

بڑی چادر یا برقعہ کسی وقت ہوا سے اٹھ جائے یا غفلت یا کسی دوسرے اتفاق کی بنا پر عورت کا زیور یا زینت ظاہر ہو جائے تو اس میں مضائقہ نہیں۔ اکثر صحابہ اور تابعین نے ماضی منہاسے ہی مفہوم مراد لیا ہے۔

(۳) ہم بخاری شریف کے حوالہ سے پہلے یہ وضاحت کر چکے ہیں کہ سورہ احزاب کی آیات کی رو سے مسلمان عورتوں میں چہرے کے پردہ کا رواج ہو چکا تھا۔ اور حضرت عائشہؓ نے واقعہ انکس کا قصہ بیان کرتے ہوئے اس بات کی صراحت بھی کی تھی اور خود بھی صفوان بن معطل سلمی سے چہرہ کو بچھپا لیا تھا۔ اب اگر اس بعد میں نازل ہونے والی سورہ نور کے اس جملے کا یہی مطلب لیا جائے جو کچھ یہ حضرات کہتے ہیں۔ تو کیا کچھ ایسے شواہد یا آثار ملتے ہیں جن سے یہ ثابت ہو کہ بعد میں مسلمان عورتوں نے غیر مردوں سے چہرہ کے پردہ کو ختم کر ڈالا تھا؟ اگر اس سوال کا جواب نفی میں ہو تو مذکورہ آیت کے اس جملہ کا یہ مطلب کیسے لیا جاسکتا ہے کہ چہرہ اور ہاتھ پردہ سے مستثنیٰ ہیں۔

(۴) جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ تمام تر بدن میں چہرہ ہی ایسا عضو ہے جس میں غیروں کے لیے دلکشی کا سب سے زیادہ سامان ہوتا ہے۔ پھر اگر اسے ہی پردہ سے مستثنیٰ قرار دے دیا جائے تو باقی احکام حجاب کی کیا اہمیت باقی رہ جاتی ہے؟

اختلاف کی اصل وجہ

تمام تر صحابہ کرام میں حضرت ابن عباسؓ نے پھر ان کے شاگردوں نے پھر بعض فقہائے حنفیہ نے الا ماضی منہاسے یہ مطلب لیا ہے کہ ہاتھ اور چہرہ حجاب سے خارج ہیں۔ اور یہی وہ اصل بنیاد ہے جس پر منکرین حجاب اپنی عمارت کھڑی کرتے ہیں۔ لہذا اس مسئلہ پر پوری بنجیدگی سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔

حضرت ابن عباسؓ کی جلالت شان و علم اپنی جگہ پر مسلم لیکن مشکل یہ ہے کہ آپ کئی اہم مسائل

میں تمام امت سے الگ اپنی منفرد رائے رکھتے ہیں۔ مثلاً پہلا تو یہی حجاب الوجہ والکفین کا مسئلہ ہے جو آگے زیر بحث آ رہا ہے۔ دوسرا مسئلہ متعہ کا ہے۔ متعہ دو زینہ کی جارحانہ جنگوں میں تین دفعہ (جنگ خیبر فتح مکہ یا جنگ حنین و ہوازن اور جنگ تبوک) دوران جنگ مباح ہوا اور خاتمہ پراس کی حرمت کا اعلان کر دیا گیا۔ بالآخر حجۃ الوداع کے موقع پر ابدی طور پر رسول اللہ ﷺ نے اسے حرام قرار دے دیا۔ تاہم بعض وجوہ کی بنا پر متعہ کا خفیہ در خفیہ سلسلہ دور در وقت تک چلتا رہا۔ متعہ کے مؤید بھی یہی حضرت ابن عباسؓ تھے۔ پھر جب حضرت عمرؓ نے اسے ”عین زنا“ اور قابل حد جرم قرار دیا تو اس وقت بھی حضرت ابن عباسؓ نے متعہ کی حرمت کو دل سے تسلیم نہیں کیا، بلکہ یوں فرمایا: ”متعہ کا ہائز ہونا خدا کی طرف سے اپنے بندوں پر شفقت کی حیثیت رکھتا تھا۔ اگر عمرؓ نے اس کی ممانعت نہ کر دی ہوتی تو کبھی کسی کو زنا کرنے کی ضرورت نہ ہوتی۔“

اس روایت کے راوی بھی آپ کے شاگرد عطاء بن ابی رباح ہیں جن سے ابن جریر نے، محدث عبد الرزاق نے اپنی مصنف میں درج کیا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کے دوسرے شاگرد مثلاً سعید بن جبیر اور طاؤس بھی اس مسئلہ میں آپ کے ہم نوا تھے۔

تیسرا مسئلہ اختلاف عورات کا ہے۔ آپ و ما رسلمان قبلک من رسول ولا نبیؐ کے بعد ولا محدثؐ بھی پڑھا کرتے تھے۔ چونکہ آپ کی اس عورات کی حیثیت خبر واحدہ کی تھی اور قرآن کی تدوین میں خبر واحدہ مقبول نہیں لے سزا یہ ولا محدث کے الفاظ صحیح عثمانی کی ترتیب تدوین کے وقت شامل کتاب نہیں کئے گئے۔ تاہم مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی نبوت کی راہ ہموار کرنے کے سلسلہ میں حضرت ابن عباسؓ کی اسی روایت سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی۔

دوسری قابل ذکر بات یہ ہے۔ حضرت ابن عباسؓ یدین علیہن من جلابیدہن کا مفہوم یوں بیان فرماتے ہیں۔

فقال ابن عباس و ابو عبیدۃ : امر نساء المؤمنین ان

لہ اس کی تفصیل ہم نے اپنے مضمون متعہ کی اباحت و حرمت میں بیان کر دی ہے۔

یذطین رؤسهن ووجرھن بالجلایب الاعینا واحدة

لیعلم اتھن حراجر لہ

ابن عباس اور ابو عبیدہؓ نے فرمایا: مومنوں کی عورتوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ چادروں سے اپنے سر اور چہروں کو ڈھانپ کر رکھیں۔ مگر ایک آنکھ کھلی رکھ سکتی ہیں تاکہ معلوم اسے کہ وہ آزاد عورتیں ہیں۔“

بالکل ایسی ہی ایک دوسری روایت ملاحظہ فرمائیے۔

قال علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما

امر اللہ لساء المؤمنین اذا خرجن من بیوتھن فی

حاجة ان یطین وجوھن من فوق وروءوسھن بالجلایب یدین عینا واحدة

علی ابن ابی طلحہ ابن عباس (رضی اللہ عنہما) سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی عورتوں کو حکم دیا ہے کہ جب وہ اپنے گھروں سے کسی ضرورت کے تحت نکلیں تو چادروں سے اپنے سروں کے اوپر سے چہروں کو ڈھانپ لیں اور (صرف) ایک آنکھ ظاہر کریں۔

اب دیکھئے جلباب کا تعلق گھر سے باہر کی دنیا سے ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت ابن عباس گھر سے باہر نکل پروردہ (یعنی چہرہ سمیت) کے قائل تھے ان کے موقف میں اگر کچھ الجس ہے تو وہ گھر کے اندر کی دنیا سے ہے یعنی اگر گھر کے اندر ایسے رشتہ دار آجائیں جو محرم نہیں تو ان سے چہرہ اور ہاتھ چھپانے کی ضرورت نہیں۔ لہذا آج کے مہذب طبقہ کے لیے حضرت ابن عباس کا یہ موقف کچھ زیادہ سودمند نہیں۔

امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کا مسلک | تیسری بات یہ ہے کہ اگر امام ابو حنیفہؒ نے حضرت ابن عباس کا مسلک اختیار کیا ہے تو ایک عظیم اکثریت نے

امام شافعیؒ اور امام احمدؒ بنیٰ بنیٰ کا مسلک اختیار کیا ہے۔ یہ دونوں ائمہ فقہ عورت کا پورا کا پورا

لہ (معالم القرآن) نیز دیکھئے تفہیم القرآن ج ۳ ص ۱۲۹۔

لہ (تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۱۸ جامع بیان للطبری ص ۳۲ مطبوعہ مصر۔

جسم محل حجاب سمجھتے تھے۔ جیسا کہ درج ذیل روایت سے واضح ہے:-

واما العورة بالنسبة للرجل فجميع بدناتها عورة على الصحيح وهو

مذهب الشافعية والحنابلة وقد نص الامام احمد رحمه الله

على ذلك فقال وكل شيء من المرأة عورة حتى ظفر له

اور جہاں تک عورت کے ستر کا تعلق ہے تو صحیح بات یہی ہے کہ آدمی کے لیے عورت کا سارا

بدن ہی ستر ہے۔ اور امام احمد بن حنبل تو نے بالوضاحت فرمایا ہے کہ عورت کی ہر چیز حتیٰ کہ

اسکے ناخن بھی ستر ہیں۔

مفسرین غواہ متقدمین ہوں یا متاخرین ان کا کثیر طبقہ حجاب الوجہ الکفین کا قائل ہے۔

تفاسیر اور ان کے حوالہ جات اتنے زیادہ ہیں کہ ان کا درج کرنا اس مختصر سے مقالہ میں ممکن

نہیں۔ ان تفاسیر سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ اور تابعین کا بھی کثیر طبقہ چہرہ اور ہاتھوں کے

حجاب کا قائل تھا۔

دوہ نہوی سے لے کر آج تک دین دار گھرانوں میں عورتوں کا یہی معمول رہا ہے۔

تعال امت کہ چہرہ اور ہاتھوں کو بھی عورتیں غیروں سے چھپائیں۔ اس دعویٰ کا اس

سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ منکرین حجاب کو اس طرز عمل کے خلاف باقاعدہ جہاد

اور اجتہاد کرنے کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔

يا ايها الذين امنوا ليستاذنكم الذين ملكت ايما نكم

والذين يبيعوا العلم منكم ثلاث مرات من قبل صلاة

الفجر وحين تفعلون شياء بكم من الظهيرة ومن بعد

صلاة العشاء۔ ثلاث عورات لكم ليس عليكم

ولا عليهم جناح بعد هن طوافون عليكم بعضكم

على بعض كذلك يبين الله لكم الايات والله عليم حكيم۔ واذا بلغ الاطفال

منكم العلم فليستاذنوا كما استاذن الذين من قبلهم كذلك

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا لَكُمْ اٰیٰتُهُ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌ حٰكِمٌ۔

وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَاءِ الَّتِیْ لَا یَرِجُوْنَ نِكَاحًا فَلَیْسَ عَلَیْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ

یَضَعْنَ ثِیَابَهُنَّ فِیْ یَوْمِ تَبَرُّجَتْ بِزَیْنَتِهِنَّ وَارَیْتُمْ یَسْتَعْفِفْنَ

خیر تھیں۔

اے ایمان والو! تمہارے غلوگوں اور ان بچوں کو، جو ابھی سن بلوغ کو نہیں پہنچے، چاہیئے کہ تین اوقات میں تم سے (گھروں میں داخل ہونے کی) اجازت لیا کریں۔ ایک تو صبح کی نماز سے پہلے، دوسرے دوپہر کو جب تم کپڑے اتار دیتے ہو اور تیسرے عشاء کی نماز کے بعد۔ تینوں وقت تمہارے پردے کے وقت ہیں ان اوقات کے علاوہ آنے جانے میں نہ تم پر کچھ گناہ ہے نہ ان پر تمہیں ایک دوسرے کے پاس بار بار آنا ہی ہوتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی آیات کھول کھول کر بیان کرتا ہے۔ اور اللہ بہت علم والا اور حکمت والا ہے۔ اور جب تمہارے لڑکے بالغ ہو جائیں تو انہیں بھی اسی طرح اجازت لینا چاہیئے جس طرح تم سے (دوسرے بالغ) پہلے اجازت لیا کرتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لیے اپنی آیتوں کو وضاحت فرماتا ہے اور اللہ بہت علم والا اور حکمت ہے۔

اور بوڑھی عورتیں جن کو نکاح کی توقع نہیں رہی اگر وہ اپنی چادر اتار دیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں بشرطیکہ زینت کی نمائش کرنے والی نہ ہوں اور اگر وہ اس بات سے بھی بچی رہیں۔ تو یہ ان کے لیے بہتر ہے۔

۱۳۔ گھروں میں داخلہ پر مزید پابندی | پہلے احکام میں یہ مذکور تھا کہ دوسرے لوگوں

کے گھروں میں جانے کے لیے اہل خانہ کی اجازت حاصل کرنا ضروری ہے۔ ان آیات میں دو ایسی اقسام کا ذکر ہے۔ جن سے کوئی حجاب نہیں ہوتا۔ ان میں سے ایک تو اپنے ہی مملوک ہیں جنہیں ہر وقت گھر کے کام کاج کے سلسلہ میں گھر سے نکلنا اور داخل ہونا پڑتا ہے دوسرے نابالغ بچے ہیں۔ ان آیات کی رُو سے تین اوقات میں ان پر بھی گھروں میں داخلہ

پر اجازت کی پابندی لگا دی گئی وجہ یہ ہے کہ یہ اوقات عموماً سونے اور میاں بیوی کے خلوت کے اوقات ہوتے ہیں ایسے وقتوں میں تو میاں بیوی یہ چاہتے ہیں کہ ان کے حقیقی بیٹے بیٹیاں بھی انہیں اس حالت میں دیکھنے نہ پائیں۔ لہذا ان اوقات میں اس قسم کی پابندی عین انسانی فطرت کے مطابق ہے۔

گھر کی خلوت PRIVACY

آیات کی ترتیب نزول سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے گھر کی خلوت کو بہت اہمیت دی ہے۔ سب سے پہلے نبی کے گھروں پر عام لوگوں کے داخلہ کی پابندی لگائی گئی۔ پھر اس پابندی میں تمام مسلمانوں کے گھروں کو شامل کیا گیا۔ اس کے بعد نوکروں چاکروں اور بچوں پر بھی خاص اوقات میں داخلہ کے لیے استیذان کو ضروری قرار دے دیا گیا۔ اب اس سلسلہ میں چند احادیث نبوی ملاحظہ فرمائیے۔ اجازت ملنے سے پیشتر کسی کے گھر میں نظر داخل کرنے کو بھی جرم قرار دیا گیا ارشاد نبوی ہے۔

(۱) اِذَا دَخَلَ الْبَصْرَ فَلَا اِذْنَ لَہ

جب نگاہ اندر چلی گئی تو پھر اذن کا کیا موقع رہا؟

نیز آپ نے فرمایا:۔

(۲) اِنَّمَا اجْعَلُ الْاِذْنَ مِنْ اجْلِ الْبَصْرِ

نظر بازی کی وجہ سے ہی اذن لینے کا حکم دیا گیا ہے۔

(۳) لَوْ اَنَّ امْرَاً طَلَعَ عَلَيْكَ بِغَيْرِ اِذْنٍ وَفُتِحَتْ لَہِ جِصَاءُ فَقَاتِ هِذَا عَمَّا عَلَيْكَ مِنْ

اگر کوئی شخص تیرے گھر میں جھانکے اور تو ایک کنکری مار کر اس کی آنکھ پھوڑ دے تو تجھ پر کچھ

گناہ نہیں۔

لے (ابوداؤد) کتاب الادب باب فی الاستیذان

لے (مسلم) کتاب الاستیذان یا ب تحریم النظر فی بیت غره

لے (مسلم) کتاب الاستیذان یا ب تحریم النظر فی بیت غره

اس اذن کا طریقہ رسول اللہ نے یہ بتلایا کہ اذن مانگتے والا دروازے کے ایک طرف کھڑے ہو کر اسلام علیکم کہے۔ اور اپنا نام بتلائے۔ جبکہ گھر والے اس کی آواز سے اس کو پہچان نہ سکتے ہوں۔ پھر اگر تین دفعہ اسلام علیکم کہنے کے باوجود بھی اجازت نہ ملے تو واپس چلا جائے۔ اور افرادِ خانہ کی اجازت کی صورت یہ ہوگی۔ کہ اس کے ایک ہی دفعہ آواز نکالنے، اسلام علیکم یا کھانسی میں ہی گھر والے اسے پہچان کر متنبہ ہو جاتے ہیں۔ پھر اگر کسی کو ضرورت ہو تو اسے رکنے کے لیے کہہ سکتے ہیں۔ ورنہ اس کے استیذان کا تقاضا پورا ہو گیا۔

خلوت (Privacy) کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ کسی کا خطا سکی اجازت کے بغیر نہ پڑھا جائے چنانچہ آپ نے فرمایا:-

من نظری کتاب اخیه بغیر اذنه فانما ينظر في النار له

جس نے اپنے بھائی کی اجازت کے بغیر اس کے خط میں نظر دوڑائی وہ گویا آگ میں جھانکا ہے۔

۱۴۔ بوڑھی عورتوں کو مشروط رخصت | اس آیت میں ایسی بوڑھی عورتوں کو احکامِ حجاب میں رخصت دی گئی ہے۔ جو نکاح کے قابل ہی نہ رہی ہوں اور جن کے شہوانی جذبات مرچکے ہوں لیکن اگر اتنی عمر کے باوجود زینت و آرائش کی دلدادہ اور اس زینت کا اظہار بھی پسند کرتی ہوں۔ تو ان کے لیے یہ رخصت نہیں ہے۔ انہیں احکامِ حجاب کی پابندی کرنا ضروری ہے۔

ایک اور صورت یہ ہے کہ عورت بوڑھی ہے اور وہ زیب و زینت اور اسکے اظہار کی دلدادہ بھی نہیں۔ اس کیلئے احکامِ حجاب سے رخصت تو ہے مگر پھر بھی اگر وہ اس رخصت کا استعمال نہ کرے تو یہی بات خود اسکے حق میں بہتر ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اُسے دیکھنے والے سارے بوڑھے یا متقی لوگ تو نہیں ہوں گے۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی شہوت کا مارا نوجوان اس سے بھی چھڑچھاڑ شروع کر دے اور اس پر بھی ہاتھ صاف کرنے سے نہ چو کہے۔ لہذا

بوڑھی عورتیں بھی اس رخصت کو موقعِ محل کا لحاظ رکھ کر استعمال کریں بصورتِ دیگر اس رخصت کا استعمال نہ کریں۔

احکام شتر و حجاب اور سنت نبوی

۱۵۔ اختلاف مرد و زن | اختلاف مرد و زن کا مسئلہ شریعت اسلامیہ کے جس قدر مخافت ہے اس کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ بعض عبادات اور جہاد تک سے عورت کو سبکدوش کر دیا گیا ہے لے دے کے ایک حج ایسا رکن اسلام ہے جو عورت پر بھی فرض ہے مگر یہ بھی بغیر خاوند یا محرم کے جائز نہیں مسجد میں نماز ادا کرنے سے عورت کا گھر نماز ادا کرنا بہر حال بہتر ہے۔ پھر مسجد میں عورتوں کے جانے پر پابندیاں شریعت نے عائد کی ہیں۔ ان کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے۔ جب ازہ کے ہمراہ جانا اور نماز جنازہ میں شرکت سے عورتوں کو مستثنیٰ کر دیا گیا ہے یہی صورت حال جہاد کی بھی ہے۔ بارہا رسول اللہ نے عورتوں کو جہاد میں شرکت سے روکا ہے۔ اب چند مزید ارشادات نبوی ملاحظہ فرمائیے :-

(۱) عن ابن عباس عن النبي صلى الله عليه وسلم قال لا يخلون رجل بامرأة الا مع ذي محرم له

ابن عباس کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ دیکھو! کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ اس کے محرم کی موجودگی کے بغیر تنہائی اختیار نہ کرے۔

(۲) لا يخلون رجل بامرأة الا كان تالتهما الشيطان

کوئی شخص کسی غیر عورت کے ساتھ خلوت کرتا ہے۔ تو ان دونوں کے ساتھ تیسرا شیطان ہوتا ہے۔

(۳) لا تلجوا على المغيبات فان الشيطان يعبري من احدكم بحري التام

علحدگی میں رہنے والی عورتوں پر مت داخل ہوا کرو۔ کیونکہ شیطان ہر انسان میں یوں

لے (بخاری۔ کتاب النکاح۔ باب لا يخلون رجل

لے (ترمذی۔ ابواب رضاء۔ باب کراہیۃ دخول علی المغیبات،

لے (ترمذی۔ ایضاً © rasailojaraid.com

دوڑتا پھرتا ہے جیسے اس کا خون رگوں میں دوڑتا پھرتا ہے۔

(۴) خبردار غیر عورتوں پر داخل نہ ہو اگر وہ ایک انصاری صحابی نے پوچھا۔ یا رسول اللہ۔ خاوند کے رشتہ داروں کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا۔ خاوند کے رشتہ دار بغیر خاوند کے باپ کے، تو موت ہیں۔

ان ارشادات مبارکہ کو سامنے رکھ کر بتلائیے کہ غلو ط تعلیم، عورتوں اور مردوں کی کلب گھروں میں مجلس، دفتروں میں ملازمت وغیرہ کی کوئی گنجائش نکل سکتی ہے؟
احکام لباس: لباس ایسا ہونا چاہیے جو ساتر ہو۔ یعنی نہ تو اتنا باریک ہو کہ اس میں سے بدن کے اعضا نظر آئیں۔ اور نہ اتنا چست ہو کہ موٹا ہونے کے باوجود بھی جسم کے اعضا کی ساخت پوری واضح نظر آرہی ہو۔ ارشاد نبوی ہے۔

نساء کاسیات عاریات ما ثلثت محلات لا یبدخلن الجنة ولا

یجدن ریجھا ریجھا یوجد مسیرة خمس مائة سنة

وہ عورتیں جو کپڑے پہننے کے باوجود نکلی ہوتی ہیں۔ مردوں کی طرف مائل ہو جانے والی اور ان کو اپنی طرف مائل کرنے والی ہوں وہ نہ جنت میں داخل ہوں گی نہ ہی اس کی خوشبو پائیں گی حالانکہ جنت کی خوشبو پانچ سو برس کی مسافت سے آتی ہے۔

اس حدیث میں ان عورتوں کی وعید کا ذکر ہے جو کپڑے پہننے کے باوجود نکلی ہوتی ہیں۔ اور اس کی کئی صورتیں ہیں ایک یہ کہ کپڑے اتنے باریک ہوں کہ ان سے بدن نظر آ رہا ہو۔ دوسرے یہ کہ کپڑے خواہ موٹے ہوں لیکن اتنے چست ہوں کہ بدن کے سب اعضاء نظر آ رہے ہوں تیسرے یہ کہ بدن کا کچھ حصہ ملبوس ہو۔ اور کچھ حصہ ویسے ہی نکلا پھوڑ دیا گیا ہو۔ جو بھی صورت ہو ایسی قسم کے لباس حرام ہیں۔

مروجہ بوقعہ: اس حدیث کو سامنے رکھ کر یہ بھی فیصلہ کیا جاسکتا ہے کہ جلباب اور اس کی مختلف ادوار میں بدلتی شکلیں اور مروجہ بوقعہ کس قسم کا ہونا چاہیئے۔ ہمارے ہاں کا مروجہ

لہ (بخاری کتاب النکاح۔ باب لا یخلون احدکم.....)

(موطأ کتاب الجامع۔ باب ما یکرہ لالنساء.....)

(۲) اس کا نقاب اتنا باریک کپڑے کا لگایا جاتا ہے۔ کہ اس سے چہرہ نظر آسکتا ہے۔

۱۷۔ دلکش ادائیں | عورت کی فطرت یہ ہے کہ طبعی شرم کی وجہ سے فحاشی کی طرف پیشقدمی نہیں کرتی، تاہم اس کی یہ فطرت مسخ نہ ہو جائے۔ اسکے بجائے وہ ایسی دلکش ادائیں اختیار کرتی اور بنتی منورق ہے کہ مرد خود اس کی طرف مائل ہوں۔ اس کی ایک صورت یہ ہے کہ اس کی آوازیں لوح ہمزہ دوسرے پاؤں کی جھنجھک سے ان دونوں باتوں قرآن کریم نے منع کر دیا ہے تیسری صورت عطر لگا کر گھر سے باہر نکلنا ہے جس کے متعلق ارشادِ مجید ہے:

المراة اذا استعطرت فمرت بالملجس فھی کذا وکذا یعنی الزانیۃ لہ

جب کوئی عورت عطر لگا کر باہر نکلتی ہے اور کسی مجلس سے گزرتی ہے تو وہ ایسی اور ویسی گویا زانیہ ہے۔ اور تم پہلے مسلم کے حوالہ سے بتلا چکے ہیں کہ عورت اگر رات کو مسجد جائے تو عطر کا استعمال حرام ہے۔ ایک دوسری روایت کے مطابق اسکی نماز ہی قبول نہیں ہوتی جب تک وہ نہانے اور یہ غسل غسل جنابت کی طرح ہے۔

چوتھی صورت یہ ہے کہ عورت بالوں کی آرائش غیر فطری طور پر کرتی ہے۔ یا جلد پر نقش و نگار کھوداتی ہے۔ یا مصنوعی طریقوں سے اپنے جسمانی اعضا میں خوبصورتی کی غرض سے تھیر و تبدل کرتی ہے۔ ایسی تمام تر باتوں کے سلسلہ میں آپ کا ارشاد ہے کہ:

ان النبي صلى الله عليه وسلم لعن الراضيات والمستوشيات
والمستقصات مبتغيات للحسن مغيرات خلق الله ٢

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گودنے والی، گودوانے والی اور بال اکھیرنے والی عورتوں پر

جو افزائش حسن کیلئے یہ کام کرتی ہیں سب پر لعنت کی ہے۔ اور ایسی عورتوں کو اللہ تعالیٰ کی پیدائش میں تبدیلی کرنے والی قرار دیا۔

دور نبوی میں عورتیں اپنے جسم میں جاذبیت اور کشش پیدا کرنے کیلئے مندرجہ ذیل کام کرتی تھیں۔
(۱) بدن پر تل وغیرہ بنوانا۔ گودنا (۲) چہرہ اور ماتھے سے روئیں یا سفید بال اکھڑانا تاکہ نوعمر معلوم ہو (۳) بالوں کو جوڑ لگا کر چوٹیہ بنانا تاکہ گنجان اور خوبصورت معلوم ہوں (۴) دانتوں کو رنگ کر برابر کرنا۔ (۵) دانتوں کے درمیان فاصلہ کی یکسانیت رکھ کر پیدا کرنا۔ رسول اللہ نے ایسے کام کرنے والی اور کروانے والی تمام عورتوں پر لعنت فرمائی ہے لہ

پھر ایک صورت یہ بھی ہوتی ہے کہ جنسی اختلاط کی راہ ہموار کرنے کے لیے عورتیں مردوں کا سا لباس اور وضع اختیار کرنے لگتی ہیں۔ اور اس کام میں مرد بھی شریک ہو کر عورتوں کی مشابہت کرتے لگتے ہیں۔ ایسے طبقہ کے متعلق آپؐ نے فرمایا:-

عن ابن عباس قال لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم المتشبهات بالرجال
من النساء والمتشبهين بالنساء من الرجال لہ

ابن عباس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ نے ان عورتوں پر لعنت کی ہے جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں اور ایسے ہی ان مردوں پر بھی جو عورتوں کی سی مشابہت اختیار کرتے ہیں۔
یہی وہ عورتوں کے اٹھائے ہوئے فتنے ہیں جن کی بنا پر رسول اللہ نے فرمایا تھا کہ:-
ما تركت بعدى فى الناس فتنة اشد على الرجال من النساء ﷺ

میرے بعد سب سے زیادہ نقصان دہ فتنہ جو لوگوں پر آئے گا وہ عورتوں کی طرف سے مردوں پر لگا
مقام عبرت | اب آپ خود دیکھ لیجئے کہ کیا آج کا مغربی تہذیب سے مرعوب مسلمان ان تمام بندوں
کو ایک ایک کر کے کھولنے کی کوشش نہیں کر رہا؟ اور وہ کام جن سے اللہ اٹا سکے رسول نے واضح طور
منع کر دیا تھا، دوزار کار تاویلات و تحریفیات کے ذریعہ رسول اللہ کی لعنت کا مصداق نہیں بن رہا؟
لہ (دیکھئے نسائی - کتاب الفزینہ)

لہ (متفق علیہ مشکوٰۃ - کتاب النکاح) (ترمذی - ابواب الادب - باب المتشبهات بالرجال)

لہ ترمذی - ابواب الادب - باب تحذیر فتنۃ النساء

چہرے اور ہاتھ کا پردہ

ہم پہلے بتلا چکے ہیں مسئلہ کا ایک قلیل طبقہ ایسا بھی رہا ہے جو چہرے اور ہاتھوں کے پردہ کا قائل نہیں۔ یہ بات موجودہ دور میں مغرب زدہ طبقہ کے لیے یہ بہت خوش آئند ہے۔ پھر چونکہ اس مسئلہ میں موجودہ دور کے ایک محدث ”جناب ناصر الدین البانی بھی خاصی جگہ رکھتے ہیں۔ لہذا ضروری ہے کہ ان حضرات کے دلائل کا بھی جائزہ لیا جائے۔ پہلے ہم قائلین حجاب کے دلائل کا مختصر ذکر کریں گے۔ بعد میں منکرین حجاب کے دلائل کا ذرا تفصیل سے۔

قائلین حجاب کے دلائل

قرآن میں دو آیات ایسی ہیں جن میں مذکور دونوں جملوں کا ہر دو گروہ اپنے حسب پسند ترجمہ کر لیتے ہیں اور وہ دو جملے یہ ہیں۔

(۱) یٰۤاَيُّهَا النِّسَاءُ صَلِّیْ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلَابِیْطٍ ۝

سورہ اخزاب کی یہ آیت گھر سے باہر کی دنیا اور حلیات یا برقعے سے تعلق رکھتی ہے۔ یہ سورہ سورہ نور سے پہلے نازل ہوئی تھی۔ قائلین حجاب اس جملہ کا ترجمہ کرتے ہیں۔ کہ وہ عورتیں اپنے چادروں کے پتوں سے نیچے لٹکایا کریں۔ جب کہ منکرین اس کا ترجمہ یہ کرتے ہیں کہ ”وہ اپنی چادریں ارد گرد لپیٹ لیا کریں“ اس پر تفصیلی بحث پہلے گزر چکی ہے۔

(۲) وَلَا یَبْدِیْنَ ذِیْنَتھِنَّ اِلَّا مَا ظَھَر مِنْھَا ۝

سورہ نور کی یہ آیت گھر کے اندر کی دنیا اور ”خمار“ سے تعلق رکھتی ہے۔ قائلین حجاب اہل علم کا ترجمہ کرتے ہیں مگر جو از خود ظاہر ہو جائے، جب کہ دوسرا فریق اس جملہ کا ترجمہ یہ کرتا ہے ”مگر جو عادیہ ظاہر ہوا کیا جائے“ اس پر بھی بحث پہلے گزر چکی ہے۔ اور ہم یہ بھی بتا چکے ہیں

کہ قائلینِ حجاب جہاں تعداد کے لحاظ سے بہت زیادہ ہیں وہاں ان کے دلائل بھی زیادہ مضبوط ہیں۔ اب ہم ان ہر دو آیات کو چھوڑ کر قائلینِ حجاب کے باقی دلائل کا ذکر کرتے ہیں:

دلیل ۱ | قرآن میں ہے:

وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي سَأَلْتُكَ وَدَاعِي حِجَابٍ (۳۳)

جب تمہیں نبی کی بیویوں سے کوئی چیز مانگنا ہو تو حجاب کے پیچھے سے مانگا کرو۔
اب سوال یہ ہے کہ اگر عورت کا چہرہ عریض حجاب نہیں ہے تو حجاب کے اس حکم کی ضرورت بھی کیا رہ جاتی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ گھر کے باہر کھڑے ہو کر چیز مانگ لیا کہ وبلکہ
فَإِنِّي سَأَلْتُكَ وَدَاعِي حِجَابٍ (۳۳) سے واضح ہوتا ہے کہ غیر محرم مردوں سے عورت کیلئے منہ چھپانا واجب ہے۔
ممکن ہے بعض دوست وَدَاعِي حِجَابٍ کے حکم کو غصن گھر کی خلوت (PRIVACY) پر محمول کریں
لیکن ام المومنین حضرت عائشہؓ نے واقعہ انک کے دوران جب صفوان بن مہطل سے
پینزہ کو ڈھانپ لیا تھا تو ساتھ ہی اس کی وجہ بھی بتلا دی تھی کہ اس سے پہلے یہ حجاب نازل ہو چکی تھی۔
(اس کی تفصیل پہلے کر چکی ہے) اسی طرح حضرت ام سلمہؓ کی جب حضورؐ نے ام مکتوم سے پردہ کا حکم
دیا تو اس وقت وہ بھی تصریح کرتی ہیں کہ اس سے پہلے پردہ کا حکم نازل ہو چکا تھا۔

(ترمذی البواب الادب باب نظر البغاة)

دلیل ۲ | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَشَقِّبُ الْمَرْأَةُ أَلَمُ الْمُحَرَّمَةِ وَلَا تَلْبَسُ الْكُفَّاءَ

عورت اہرام کی حالت میں نہ نقاب اوڑھے اور نہ دس تانے پہنے۔

(نسائی - کتاب الحج ۰۰۰)

اوپ کے اس حکم سے صاف واضح ہے کہ پردہ کا حکم نازل ہونے کے بعد مسلم معاشرہ

میں عورتوں نے منہ اور ہاتھوں کو چھپانا شروع کر دیا تھا صحیحی تو حالت احرام میں رسول اللہ نے نقاب اوڑھنے سے منع فرمایا۔ اگرچہ وہ راج نہ ہوتا تو آپ کو یہ حکم دینے کی چنداں ضرورت نہ تھی۔

دلیل ۱ | اسامہ بن زید کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا۔

ما تَرَكَتْ بَعْدِي فِتْنَةٌ أَضَرَّ عَلَى الرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ لَمْ

میرے بعد تمام فتنوں سے زیادہ نقصان وہ فتنہ مردوں کے لیے عورتوں کا فتنہ ہے

اب یہ آپ خود دیکھ لیجیے کہ عورت کے چہرہ کھلا رکھنے سے یہ فتنہ زیادہ ہوتا ہے یا کم؟

دلیل ۲ | عبد اللہ بن مسعود کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا:

إِنَّ الْمَرَأَةَ عَوْرَةٌ فَإِذَا خَرَجْتَ اسْتَشِرْ مَعَهَا الشَّيْطَانَ وَاقْرَبْ

مَا تَكُونُ بَرُوحَةً رِيحًا وَهِيَ فِي قَعْرِ بَيْتِهَا لَمْ

عورت پوری کی پوری ستر ہے۔ جب وہ باہر نکلتی ہے۔ تو شیطان اسے تاکتا ہے (تاکہ

اسے اپنا آلہ کار بنائے) اور اللہ کی رحمت سے قریب تر وہ اس وقت ہوتی ہے جب کہ

وہ اپنے گھر کے کسی گوشہ میں ہو۔

اس حدیث میں عورت کے تمام جسم کو ”عورة“ کہا گیا ہے۔ جس میں چہرہ اور ہاتھ بھی

شامل ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ چہرہ کا پردہ واجب ہے۔

دلیل ۳ | منگنی کے سلسلہ میں مرد کو متعلقہ عورت کے دیکھنے کا استحباب۔ اس سلسلہ میں

ہم دو روایات پہلے نقل کر آئے ہیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ سو اگر عورتوں کے چہرہ کے پردہ کا حکم نہ ہو تو یہ رخصت کیسی

اور استحباب کیسا؟

دلیل ۴ | یہ بات تو واضح ہے کہ اہل المؤمنین چہرہ کا پردہ کرتی تھیں حالانکہ وہ قرآن کی

لے (بخاری - باب ما یفتی من شوم المرأة مسلم - کتاب الفتن)

لے (ترمذی ابواب الرضاع - باب کراہتہ دخول علی المغنیات)

نص صریح کے مطابق تمام مسلمانوں کی مائیں تھیں اور قابل احترام۔ ان سے بعد وفات النبیؐ کوئی نکاح بھی نہیں کر سکتا ہے گویا تمام مسلمانوں پر حرام تھیں۔ پھر جب ان سے چہرہ کا پردہ ساقط نہ ہوا۔ تو مسلمان عورتوں سے کیسے ساقط ہو سکتا ہے۔؟

دلیل ۷ حضرت عائشہ کا بیان یہ ہے۔ کہ حج کے دوران بھی ہم (چہرہ کے پردہ کی رخصت کے باوجود) راہ گیروں سے پردہ کر لیا کرتی تھیں۔ پھر جب یہ لوگ گزر جاتے تو پردہ اٹھا دیا کرتی تھیں۔ اس روایت میں حضرت عائشہؓ نے سخن کا لفظ استعمال فرمایا جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ چہرہ کے پردہ کا رواج صرف اہل بیت المؤمنین تک محدود نہ تھا۔ بلکہ پورے مسلم معاشرے میں یہ رواج پڑ چکا تھا۔

دلیل ۸ رسول اللہؐ نے فرمایا:

أَيُّكُمْ وَالِدٌ خَوْلٍ عَلَى النِّسَاءِ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ يَا رَسُولَ اللَّهِ

أَفَرَأَيْتَ الْحَمُوفَ قَالَ الْحَمُومَاتُ لَهُ

خبردار! عورتوں پر داخل نہ ہوا کرو۔ ایک انصاری صحابی نے پوچھا۔ یا رسول اللہ۔ خاوند کے رشتہ دار بھی؟ آپ نے فرمایا! یہ خاوند کے رشتہ دار تو موت ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اگر مسلمان عورتوں میں چہرہ کا پردہ رائج نہ تھا۔ تو حضورؐ نے کس بات سے منع فرمایا تھا اور کیوں؟ اور اس صحابی نے خاوند کے رشتہ داروں کے متعلق بالخصوص کیوں پوچھا تھا۔

منکرین حجاب الوجهہ کے دلائل

اس ضمن میں پہلے ہم محدث ناصر الدین البانی صاحب کا موقف پیش کریں گے۔ پھر موقف کی تائید میں البانی صاحب کے دلائل کا جائزہ لیں گے۔
(واضح رہے کہ محدث موصوف کو منکر حجاب تو نہیں کہا جاسکتا۔ تاہم ان کا موقف

اس سلسلہ میں اچھی خاصی لچک رکھتا ہے علاوہ ازیں آپ کے ہمیا کردہ دلائل ہی منکرین حجاب کے لیے بنیاد کا کام دیتے ہیں۔

امبانی صاحب کا موقف آپ کا رسالہ حجاب المرأة المسلمة (مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت - طبع ششم) اس وقت ہمارے سامنے ہے۔ آپ کے موقف کے حیدرہ جیدہ نکات درج ذیل ہیں۔

(۱) عورت کا شرعی پردہ یہ ہے کہ جب گھر سے باہر نکلے تو چہرے اور ہتھیلیوں کے علاوہ اپنا تمام بدن ڈھانپ لے۔

(۲) برقع یا اسی طرح کی کسی چیز سے چہرہ کا پردہ کرنا، جیسا کہ آج کل کی عورتیں کرتی ہیں۔ امر مشروع اور قابل تعریف ضرور ہے۔ لیکن واجب نہیں۔ اگر کوئی کر لے تو بہتر ہے نہ کرے تو بھی کوئی حرج نہیں۔

(۳) چہرہ کا پردہ محمد نبویؐ میں معروف تھا۔ مگر چہرہ کا پردہ صرف ازواج مطہرات کے لیے تھا اور وہ کیا بھی کرتی تھیں پھر ان کے بعد یہ چہرہ کا پردہ صاحب فضیلت عورتوں میں بھی رائج ہو گیا۔

(۴) آپ اپنی بیوی اور بیٹیوں کے معاملہ میں یہی مناسب سمجھتے ہیں کہ جب باہر نکلیں تو چہرہ اور ہاتھوں کا پردہ کیا کریں۔

(۵) آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ:

یہ چیزو آئین لکھلا رکھا اس صورت میں درست ہوگا جب کہ چہرہ اور ہاتھوں پر زینت کی کوئی چیز نہ ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا عام حکم یہی ہے کہ وہ اپنی زینت کو ظاہر نہ ہونے

۱۔ حجاب المرأة المسلمة رسالہ مذکور ص ۳۵

۲۔ رسالہ مذکور ص ۵۳

۳۔ ایضاً ص ۵۱

دیں۔ اور اگر ہاتھوں اور چہرہ پر زینیت کی کوئی چیز ہے تو پھر ان کا بھی پردہ واجب ہے بالخصوص موجودہ دور میں جب کہ عورتیں اپنے چہروں اور ہاتھوں کی قسائیم کی آرائشوں اور رنگوں سے زینیت کرتی ہیں کسی مسلمان کا تو کیا ذکر، کسی غیرت والے عاقل مرد کو بھی چہرہ اور ہاتھوں کو کھلا رکھنے کی حرمت میں شک باقی نہیں رہتا۔

اب سوال یہ ہے کہ اس موجودہ دور کا تو کیا ذکر، انسانی تاریخ میں کوئی ایسا دور آیا بھی ہے جب کہ عورتوں نے اپنے چہرہ اور ہاتھوں کی زینیت و آرائش نہ کی ہو؟ زینیت و آرائش کرنا عورت کی فطرت میں بالخصوص داخل ہے۔ زینیت کی اشیاء میں میک اپ کا سامان زینیت زیورات اور بالوں وغیرہ کی مختلف صورتوں میں قطع و برید سب کچھ شامل ہے پھر زینیت کا اصل محل چہرہ ہے۔ دوسرے نمبر پر ہاتھ ہیں۔ اور تیسرے نمبر پر پاؤں ہیں۔ دور نبوی میں بھی یہی کچھ ہوتا تھا اور آج بھی کچھ ہو رہا ہے بقیہ ادوار میں بھی یہی کچھ ہوتا رہا ہے اور ہوتا رہے گا۔ تو پھر کون سا دور ہو گا جس میں چہرہ اور ہاتھوں کے پردہ کو واجب قرار نہ دیا جائے۔

دلائل کا جائزہ | اب ہم ان آٹھ احادیث کا ذکر کرتے ہیں جن سے موصوف نے چہرہ کے پردہ کے عدم وجوب پر استشاد فرمایا ہے اب اتفاق کی بات یہ ہے کہ جو احادیث اس سلسلہ میں پیش کی گئی ہیں۔ ان سب میں چہرہ کے پردہ کی کوئی نہ کوئی علت ضرور پائی جاتی ہے۔ اسی علت کی نشاندہی ہم کر دیں گے۔

دلیل ۱ | عن جابر بن عبد اللہ قال استشجبت مع رسول اللہ الصلوٰۃ یوم البعد

فبدأ بالصلوٰۃ قبل الخطبۃ بغیر اذان ولا اقامۃ ثم قام متوکلًا علی بلال فامر بتقوی اللہ، وحث علی طاعتہ ووعظ الناس وذكرہم۔ ثم علی حتی اتی النساء فوعظنہن وذكرہن۔ فقال تصدقن فان اکثرکن حطب جہنم، فقالت امرأة من النساء سقواء الخدین (ای فیہما تغیروا سواد) فقالت! لویا رسول اللہ؟ قال: لا لکن تکثرن

لہ رسالہ مذکور ص ۳۵

الشكاة وتكفرن العشير، قال: فجعلن يتصدقن
من حليهن يلسقن في ثوب بلال من اقراطهن وخواتمهن

جابر بن عبد اللہؓ کہتے ہیں۔ کہ میں عید کے دن عید کی نماز کے وقت رسول اللہؐ کے ساتھ تھا۔ آپؐ نے خطبہ سے پہلے بغیر اذان اور اقامت کے نماز شروع کی پھر حضرت بلالؓ کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے کھڑے ہوئے لوگوں کو اللہ کے تقویٰ کا حکم دیا۔ اور اللہ کی اطاعت کی ترغیب دلائی اور وعظ و نصیحت کی پھر چلے اور عورتوں کے پاس آئے انہیں وعظ و نصیحت کی پھر کہا کہ صدقہ کیا کرو کیونکہ تم میں سے اکثر جہنم کا لیندھن ہیں۔ مجمع کے درمیان سے ایک عورت نے جس کے رخساروں پر کالے داغ تھے کہا: کیوں یا رسول اللہؐ؟ آپؐ نے فرمایا: اس لیے کہ تم عورتیں اکثر شکوہ کرتی اور اپنے خاوندوں کی ناشکری کرتی ہو۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں۔ پھر عورتوں نے اپنے زیورات سے صدقہ دینا شروع کیا وہ حضرت بلال کے (پچھائے ہوئے) کپڑے میں اپنی بالیاں اور انگوٹھیاں ڈالتی تھیں۔ اس حدیث سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوئیں۔

(۱) عورتوں کا مجمع مردوں سے الگ تھا۔ اس سے اختلاط مرد و زن کی مذمت ثابت ہوتی ہے۔

(۲) جو عورت درمیان سے اٹھی وہ بد صورت تھی جس کے منہ پر کالے داغ تھے۔ جنہوں نے اس کا چہرہ لگاڑ دیا تھا۔ نیز اس نے میک آپ وغیرہ کے ذریعہ اس بد صورتی کو چھپایا بھی نہ سکتا اور وہ نظر آرہے تھے۔ ایسی عورت کے دیکھنے سے تو پہلے سے پیدا شدہ جنسی میلان بھی ختم ہو جاتا ہے۔ چہ جائیکہ از سر نو پیدا ہو۔ پھر اس حدیث میں یہ صراحت بھی نہیں کہ وہ عورت لونڈی یا کنیز تھی یا آزادہ اور لونڈیوں کی رخصت تو بہر حال ثابت ہے۔ لہذا یہ حدیث قطع نزاع کے لیے مفید نہیں ہو سکتی۔

(۳) عورتیں اپنے زیور حضرت بلال کے پھیلانے ہوئے کپڑے میں ڈالتی تھیں، اس سے موسوف
 شاید یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ کہ ہاتھوں کا پردہ واجب نہیں۔ حالانکہ یہ ایک اضطرابی
 صورت ہے کیونکہ یہ پھینکنے کا عمل ہاتھوں کو نکالنے خیر ممکن نہیں۔

اسی مضمون سے ملتی جلتی ایک اور حدیث (حدیث نمبر ۶) موسوف نے اس رسالہ
 کے ص ۳۲ پر درج فرمائی ہے یہ حدیث حضرت ابن عباس سے مروی ہے اور اس
 کے آخری الفاظ یہ ہیں۔

فرايتھن يھون بآيد يھن يفتدقنہ (وقد روايتہ) يلقين
 المقتاخ والخواتم، في ثوب بلال۔ ثم انطلق هو وبلال الى بيته لہ
 تو میں (یعنی ابن عباس) نے دیکھا کہ وہ عورتیں اپنے ہاتھوں سے بلالؓ کے کپڑے میں
 پھینک رہی تھیں (اور ایک حدیث میں ہے کہ وہ اپنی نگوں والی اور تیرنگوں والی انگوٹیاں ڈال رہی تھیں)، پھر
 آپؓ اور حضرت بلالؓ اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔

اس حدیث میں ہاتھوں سے زیور پھینکنے کے عمل سے موسوف نے ہاتھوں کو حجاب
 کے وجوب سے خارج کرنا چاہا ہے۔ اور اس کا جواب پہلی حدیث میں آچکا ہے۔

دلیل ۷ | عن ابن عباس: ان المرأة من خثعوا ستقت رسول الله

(في حجة الوداع يوم النحر) والفضل بن عباس رديف

رسول الله (وكان الفضل وحلاً وفياً) الحديث وفيه

”فاخذ الفضل بن عباس يلقفت اليها. وكانت المرأة حنتا“ وفي رواية: وصيئة

وتنظر اليه. فاخذ رسول الله صلى الله عليه وسلم يذق الفضل فحول

وجهه من الشق الآخر“ ۷

ابن عباس کہتے ہیں کہ قبیلہ خثعم کی ایک عورت نے حجۃ الوداع میں (قربانی کے دن

رسول اللہ سے فتویٰ پوچھا اور افضل بن عباس رسول اللہ کے پیچھے سوار تھے (اور یہ فضل بن عباس ایک خوش شکل آدمی تھے، الحدیث اور اسی میں روایت ہے فضل بن عباس نے اس عورت کی طرف نظریں جمادیں اور وہ ایک حسین عورت تھی) اور ایک روایت میں ہے کہ وہ خوش شکل تھی، (اور وہ عورت فضل بن عباس کو دیکھنے لگی) تو رسول اللہ نے فضل بن عباس کی ٹھوڑی کو پکڑ کر ان کا رخ دوسری طرف موڑ دیا۔

یہ قصہ علی ابن ابی طالب نے روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ استفتاء کا واقعہ قربان گاہ کے قریب پیش آیا تھا۔ جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الجمار سے فارغ ہو چکے تھے۔ حقیقت میں دیکھا جائے تو یہی وہ حدیث ہے (اصبانی صاحب کے موقف کی جان ہے اس حدیث کو آپ نے مقدمہ میں بھی ذکر کیا ہے۔ اور اس حدیث سے آپ نے درج ذیل نتائج اخذ کیے ہیں۔

- (۱) وہ عورت اس وقف حالت احرام سے نکل چکی تھی۔ لہذا حالت احرام کے بعد بھی چہرہ کھلا رکھنے کا ثبوت مہیا ہو گیا۔
- (۲) رسول اللہ نے فضل بن عباس کے چہرہ کا رخ موڑ دیا۔ یہ نہیں کیا کہ اس عورت کو کہیں کہ وہ چہرہ پھیلے۔

لہذا ثابت ہوا کہ عام حالات میں عورت کے لیے چہرہ کا پردہ واجب نہیں۔ اب دیکھیے کہ دسویں ذی الحجہ (یوم النحر) کو بالترتیب چار کام کرنے ہوتے ہیں (۱) رمی الجمار (۲) قربانی (۳) حلق اور طہارت (۴) طواف اضاقة قرآن کریم کی رُسے حلق کا کام قربانی کے بعد ہوتا ہے ارشاد باری ہے۔

ولا تحلقوا رءوسكم حتى يبلغ الھدی محلۃ لکم

اور جب تک قربانی اپنے مقام پر نہ پہنچ جائے اپنے سر نہ منڈاؤ۔

اور دوسری جگہ سورہ حج آیت ۲۹-۳۰ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ طہارت کا کام

قربانی کرنے کے بعد ہوگا۔

اب علامہ موصوف کی پیش کردہ حدیث سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ رمی الجمار سے فارغ ہو چکے تھے۔ یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ عورت بھی ابھی رمی الجمار سے فارغ ہوئی تھی یا نہیں؟ ابھی قربانی کا کام بھی باقی تھا۔ اور اس کے بعد ہی حلق، طہارت یا احرام کھولنے کی باری آتی ہے۔ اندریں صورت کیسے تصور کیا جاسکتا ہے کہ وہ عورت حالت احرام سے نکل چکی تھی۔ چنانچہ اس حدیث سے متعلق اکثر علماء یہی کہتے ہیں۔ کہ وہ عورت اس وقت حالت احرام میں تھی۔ لہذا موصوف کا پیش کردہ نتیجہ درست نہیں۔ اور قطع نزاع کے لیے قطعاً غیر مفید ہے۔

دلیل ۳ عن سهل بن سعد: ان المرأة جاءت الى رسول الله

صلى الله عليه وسلم فقالت: يا رسول الله جئت لاهب لك نفسى، فنظر اليها رسول الله صلى الله عليه وسلم فصعد النظر اليها وصبأ ثو طأ رأسه، فلتارت المرأة انه لم يقصد فيها جلست الحديث لم

سهل بن سعد کہتے ہیں کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہنے لگی: اے اللہ کے رسول! میں اس لیے آئی ہوں کہ اپنی جان آپ کے لیے سببہ کر دوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف دیکھا پھر اس کی طرف نظر اٹھائی پھر نیچے کر لی۔ پھر سر ہلکایا۔ جب اس عورت نے دیکھا کہ آپ اس معاملہ کا ارادہ نہیں رکھتے تو پید اگئی۔۔۔۔۔ الحديث۔

یہ حدیث بھی قطع نزاع کے لیے کوئی واضح دلیل نہیں ہے۔ کیونکہ نکاح یا منگنی سے پیشتر ذوقین کے ایک دوسرے کو دیکھنے کی اجازت ہی نہیں دی بلکہ حضورؐ نے اسے ایک مستحسن فعل قرار دیا ہے۔ جیسا کہ ہم پہلے ایسی دو احادیث ذکر آئے ہیں۔ پھر یہ کیسے

مکن تھا کہ آپ خود اس پر عمل نہ کرتے۔ وہ عورت جو آپ کے نکاح میں آنے کی خواہشمند تھی۔ جب تک آپ اس کا چہرہ نہ دیکھتے۔ یا وہ عورت آپ کو اپنا چہرہ نہ دکھاتی آپ اس کے متعلق کوئی فیصلہ کیسے کر سکتے تھے؟

دلیل ۴ | عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت: کن نساء المؤمنات یشہدن مع النبی صلوۃ الفجر متلفعات یمس وطمہن، ثم یرتدن ینقلبن الی بیوتہن حیث ینقضین الصلوۃ لا یعرفن من الغلس (ایضاً)

عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: ہم مؤمن عورتیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صبح کی نماز اس حالت میں ادا کرتیں کہ ہمارے سر چادروں سے ڈھکے ہوتے تھے پھر جب ہم نماز کی ادائیگی کے بعد اپنے گھروں کو واپس آتیں تو اندھیرے کی وجہ سے پہچانی نہ جاسکتی ہیں۔

اس حدیث سے صاحب موصوف نے حواشی میں یہ نتیجہ پیش فرمایا ہے کہ رد اگر اندھیرا نہ ہوتا تو وہ پہچانی جاتی اور چونکہ پہچانا چہرہ ہی سے جاسکتا ہے جو کھلا ہوتا تھا۔ تو یہی ہمارا مطلوب ہے جو ثابت ہو گیا۔

اب دیکھیے اس ثبوت میں جتنی جان ہے۔ وہ آپ کے سامنے ہے حالانکہ نتیجہ اس کے بالکل برعکس نکلتا ہے۔ چہرہ کو چھپانے کی ضرورت تو تب ہوتی ہے جب وہ نظر آسکتا ہو۔ پھر جب اندھیرا ہی گہرا ہو کہ چہرہ پہچانا ہی نہ جاسکتا ہو۔ تو کپڑے سے چہرہ ڈھانپنے کی ضرورت یہی کیا رہ جاتی ہے؟ پھر یہ روایت بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے جو:

(۱) اکیہ حجاب کا محل چہرہ کو سمجھتی تھیں۔

(۲) جنہوں نے ایک نابینا سے بھی چہرہ کا پردہ کیا۔

(۳) حالت احرام میں راہ گزروں سے چہرہ کا پردہ کیا کرتی تھیں۔

(۴) اس حدیث سے البتیر بات ضرور ثابت ہو جاتی ہے۔ کہ عورتوں کو صرف اندھیرے

کی نمازوں میں مسجد جانے کی اجازت دی جاتی تھی جیسا کہ امام بخاری نے اس کی وضاحت بھی کر دی ہے۔ اگرچہ وہ کا پرہ ضروری نہیں تو دن کی نمازوں میں عورتوں کو کیوں اجازت نہیں دی گئی؟ (واضح رہے کہ جمعہ اور عیدین کی نمازیں مستثنیات میں ہیں)

دلیل ۴ عن فاطمة بنت قيس، ان ابا عمر بن حفص طلقها البتة و هو غائب.... فجاءت رسول الله صلى الله عليه وسلم و ذكرت له.... فامرها ان تعتد في بيت ام شريك - ثم قال: تلك امرأة يغشاها اصحابي اعتدى عند ابن ام فلكثوم، فأنك رجل اعلى تفعين ثيابك عنده

(وفی روایت) انتقلی الی ام شریک... وام شریک امرأة غشیة من الانصار عظيمة النفقة في سبيل الله. ينزل عليه الضيفان فقلت سافعل فقال لا تفعلی، ان ام شریک امرأة کثیرة القیضان، فانی اکره ان اعطى فاطمة بن قیس سے روایت ہے کہ جب انہیں (ان کے خاوند) عمرو بن شمس نے بیان طلاق دے دیں اور وہ غائب تھا... تو فاطمہ بنت قیس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور انہیں یہ معاملہ بتلایا۔ تو آپ نے فاطمہ بنت قیس کو حکم دیا کہ وہ اپنی عدت ام شریک کے گھر میں گزارے۔ پھر آپ نے فرمایا: یہ عورت (ام شریک) ایسی ہے جس کے ہاں میرے صحابہ بکثرت آتے جاتے ہیں۔ لہذا تم ابن ام مکتوم کے ہاں عدت گزارو۔ کیونکہ وہ اندھا آدمی ہے تو اس کے ہاں کپڑے تک اتار سکتی ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فاطمہ بنت قیس کو فرمایا کہ: ام شریک کے ہاں منتقل ہو جا۔ ام شریک انصار کی ایک غنی عورت تھی جو اللہ کی راہ میں بہت خرچ کرتی تھی، اس کے ہاں بہت مہمان آتے تھے میں نے عرض کیا میں ام شریک کے ہاں چلی جاتی ہوں۔ پھر آپ نے فرمایا۔ ایسا نہ کر کیونکہ ام شریک کے ہاں بہت

بہت سہانہ آتے جاتے ہیں اور میں یہ پسند نہیں کرتا کہ تمہارے سر سے دوڑ گرا ہوا پٹلی سے
کپڑا ہٹا ہوا ہوا اور یہ لوگ تجھے اس حالت میں دیکھیں جو تجھے ناگوار ہو۔ لیکن تو اپنے چچا
ابن ام مکتوم (نابینا) کے ہاں چلی جا۔

اس حدیث سے علامہ موصوف نے یوں استدلال فرمایا ہے کہ رسول اللہ نے خمار کا
ذکر کیا جس سے سراور گریبان کو ڈھاپنا جاتا ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ چہرہ کا پردہ واجب
نہیں ہے۔

اور ہمارا استدلال یہ ہے۔ کہ خمار کا تعلق گھر کے اندر کی دنیا سے ہے۔ توجیب کوئی ایسا
شخص اہل خانہ کی اجازت سے گھر کے اندر داخل ہوگا جس سے عورت کو چہرہ چھپانا ضروری ہے
تو وہ پردہ خمار ہی سے کرے گی اور کر سکتی ہے جلیب سے نہیں گویا رسول اللہ نے خمار کا لفظ
کہہ کر مقامات مشر و حجاب دونوں کا لحاظ رکھا ہے۔ اور ینکشیفتہ الثوب عن ساقیک
کہہ کر بالخصوص مقامات ستر کا۔

علاوہ ازیں فاطمہ بنت قیس کی عدت گزارنے کا قصہ بالکل اضطراری نوعیت کا ہے
یہ ایک وراثت مزاج خاتون تھیں۔ ان کا خاوند شام میں تھا جب یہ طلاق مغفلہ واقع ہوئی۔
ان کا گھر جنگل میں تھا۔ جہاں آس پاس مکانات نہیں تھے۔ لہذا مال اور ناموس دونوں چیزوں
کی حفاظت کا مسئلہ بھی سامنے تھا لہذا خاوند کے گھر میں یہ عدت گزار نہیں سکتیں تھیں۔ اگرچہ فاطمہ
بنت قیس کا نفقہ اس کے ذمہ بھی نہ تھا۔ تاہم اس نے جو کچھ اس سرخا جمیلہ کے طور پر بھیجا اسے
فاطمہ بنت قیس نے حقیر سمجھ کر ٹھکرا دیا تھا۔ یہ تھے وہ خصوصی حالات جن کی بنا پر یہ واقعہ عدت
نبوی تک آیا۔ اور اس واقعہ کی تفصیلات تقریباً صحاح کی سب کتابوں میں موجود ہیں۔ اندر
حالات رسول اللہ نے اس کے حق میں ہر فیصلہ دیا۔ اس سے بہتر اس کے حق میں اور کوئی فیصلہ
ہو بھی نہیں سکتا تھا۔ یعنی جہاں فتنہ کا امکان زیادہ تھا۔ وہاں سے آپ نے روک دیا اور جہاں
یہ امکان کم تر تھا۔ وہ جگہ تجویز فرمائی۔

دلیل نمبر ۷ عن سبیعة بنت حارث: انہا کانت تحت سعد بن خولة فتوفی علیہا فی حجة

الوداع وكان بدريا فوضع حملها قبل ان ينقض اربعة اشهر وعشرة
من وفاتها فلقبها أبو السائب بن بعلك حين تولت من نفسها وقد

اكتعلت (واختفت) وتهميات) فقال لها اربعى على نفسك.
اونحو هذا - لعلك تريدین النکاح؛ اثناء اربعة اشهر وعشر
من وفاة زوجك قالت قاتيت النبی صلی اللہ علیہ وسلم
فذكرت له ما قال ابو السائب بن بعكك، قال: قد حلت
اذا وضعت له

سبیعہ بنت حارث کہتی ہیں کہ وہ سعد بن خولہ کی بیوی تھیں۔ سعد جو بدری صحابی تھے۔
حجۃ الوداع کے موقعہ پر فوت ہو گئے۔ سبیعہ کے ہاں چار ماہ دس دن کی عدت پوری ہونے
سے پہلے ہی بچہ پیدا ہو گیا۔

پھر اسے ابو السائب بن بعکک اس وقت ملا جب وہ نفاس سے فارغ ہو گئی۔ اس
نے سرمہ لگایا (اور مہندی لگائی اور تیار ہو گئی) تو اسے ابو السائب نے کہا۔ کچھ
توقف کرو۔ یا کچھ ایسے ہی لفظ کہے۔ شاید تو نکاح کا ارادہ رکھتی ہے؟ کہ تیرے
شوہر کی وفات کو چار ماہ دس دن گزر جائیں۔ سبیعہ بنت حارث کہتی ہیں کہ پھر میں نبی صلی
اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور جو کچھ ابو السائب نے کہا تھا آپ کو بتلایا۔ آپ نے فرمایا
تو تو اسی وقت سے حلال ہو گئی تھی جب تو نے بچہ جنا تھا۔

اس حدیث سے موصوف نے حاشیہ میں یہ نتیجہ پیش فرمایا ہے۔ کہ صحابی عورتوں میں
ہاتھوں اور چہرہ یا کم از کم آنکھوں کا پردہ معروف نہ تھا۔ لیکن ساتھی حاشیہ میں انہوں نے
اس کا جواب بھی درج فرمادیا۔ جس کی طرف غالباً آپ کی توجہ نہیں گئی اور وہ جواب یہ ہے۔
واصلہ فی الصحیحین وغیرہما۔ وفی روایتہما تجملت للخطاب

وفیہا ان ابی السائب کان خطبہا فابت ان تنکحہ۔

اس حدیث کا اصل صحیحین اور دوسری حدیث کی کتابوں میں بھی موجود ہے۔ کہ:
سبیعہ بنت حارث نے منگنی کے لیے زینت کی تھی۔ نیز اس روایت میں یہ بھی ہے

کہ ابوالسنا بل نے اسے منگنی کا پیغام بھیجا تھا۔ تو سبیعہ بنت حارث نے اس سے نکاح کرنے سے انکار کر دیا۔

اب یہ ظاہر ہے کہ جب منگنی کا معاملہ ہو تو فریقین کو ایک دوسرے کو دیکھنے کی اجازت ہی نہیں بلکہ یہ فعل مستحب ہے۔ اب سبیعہ بنت حارث اور ابوالسنا بل کے درمیان منگنی کی بات تو چل رہی تھی۔ اسی امید کے تحت وہ سبیعہ کے ہاں گیا یا ملاقات کی۔ تو سبیعہ اس سے پردہ کیوں کرتی؟ اسے بھی تو ابوالسنا بل کو دیکھنا ضروری تھا۔ پھر جب اس نے دیکھا تو نکاح سے انکار کر دیا۔ لہذا اس واقعہ سے وہ نتیجہ اخذ کرنا درست نہیں جو موصوف نے پیش کیا ہے۔

دلیل نمبر ۷ وعن ابن عباس: ان امرأة انت النبي صلى الله عليه وسلم تبایحه ولم تكن محققة فلم يبایعها حتى اختضبت له

ابن عباس کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عورت بیعت کے لیے آئی اس نے ہاتھوں کو مہندی نہیں لگائی تھی۔ تو آپ نے اسے اس وقت تک بیعت نہ کیا جائے۔ تک اس نے مہندی نہ لگائی۔

اس حدیث کا حوالہ موصوف نے درج نہیں فرمایا کہ اس پر کچھ تبصرہ کیا جاسکے۔ البتہ اس کے خلاف بعض ایسی صحیح احادیث ضرور موجود ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ رسول اللہ عورتوں سے بیعت کے دوران ان کے ہاتھوں کا مصالحتہ تو درکنار چھوتے تک نہ تھے مثلاً (۱) امیمہ بنت رقیعہ اپنی بیعت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ میں نے کہا۔

هلم نبايعك يا رسول الله فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم اني لا اصافح النساء له

یا رسول اللہ! اپنا ہاتھ بڑھائیے کہ ہم آپ سے بیعت کریں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں عورتوں سے ہاتھ نہیں ملا یا کرتا۔

لے (رسالہ مذکور ص ۳۲)

لے ایضاً ص ۳۳ لے (مولانا ماکہ۔ کتاب الجامع۔ باب ما جاء فی البیعت)

پھر جب آپ ان کے ہاتھوں کو چھوتے تک نہ تھے۔ تو آپ کا ان کے ہاتھوں کو دیکھنے یا عورتوں کا اپنے ہاتھ دکھانے کی کیا تک ہے۔

کیا چہرہ کا پردہ صرف ازواجِ مطہرات کیلئے تھا؟

اب ہم امہانی صاحب کے اس نظریہ کا جائزہ لینا چاہتے ہیں۔ کہ دور نبوی میں چہرہ اور ہاتھوں کا پردہ صرف ازواجِ مطہرات کے لیے مختص تھا پھر ”فضلیاتِ انسا“ میں دور نبوی کے بعد رائج ہو گیا۔

یہ نظریہ درج ذیل دلائل کی بناء پر درست نہیں :-

دلیل نمبر ۱ | یا ایہا النبی قل لا زواجک وبناتک ونساء المؤمنین یدنین علیہن من جلا بیدہن ۱۰

اے نبی! اپنی بیویوں، بیٹیوں اور مومن عورتوں سے کہہ دو کہ (جب باہر نکلیں) تو اپنی چادریں اوپر سے لٹکا لیا کریں۔

اب دیکھئے فریقین میں یہ بات مسلم ہے کہ ازواجِ النبی چہرہ اور ہاتھوں کا پردہ کیا کرتی تھیں۔ اب یہ چہرہ کے پردہ کا حکم وہی آیات سے مستنبط ہو سکتا ہے۔ ایک تو ہے مندرجہ بالا آیت ہے۔ اس آیت میں جیسا کہ حکم ازواجِ النبی کے لیے ہے بالکل ویسے ہی حکم نساء المؤمنین کیلئے بھی ہے۔ لہذا مسلمانوں عورتوں کو اس حکم سے خارج نہیں کیا جاسکتا۔

دوسری آیت جس سے چہرہ کے پردے کا استنباط کیا جاتا ہے وہ آیت حجاب ہے۔ جیسا کہ حضرت عائشہؓ نے خود یہی استنباط کر کے واقعہ اٹک کے دوران چہرہ کا پردہ کیا تھا اس آیت میں اگرچہ یہ حکم امہات المؤمنین سے تعلق رکھتا ہے۔ تاہم حجاب و استیذان کا حکم بعد میں سورہ نور آیت ۳۱ میں تمام مسلمانوں کے لیے بھی لازم قرار دیا گیا۔ لہذا اس لحاظ سے بھی عام

مسلمان عورتوں کو چہرے کے پردے کے حکم سے خارج نہیں کیا جاسکتا۔

دلیل ۲ | رسول اللہ صلی اللہ کا یہ ارشاد ہے کہ:

احرام والی عورت نہ نقاب اوڑھے اور نہ دستاں پہنے۔

آیا آپ کا یہ حکم صرف ازواج مطہرات کے لیے ہے یا تمام مسلمان عورتوں کے لیے؟ اگر یہ

خطاب عام ہے تو یہ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ عبد نبوی میں عام مسلمان عورتوں میں چہرہ

اور ہاتھوں کا پردہ رائج تھا۔

دلیل ۳ | حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ہم رسول اللہ کے ساتھ حالت احرام میں تھیں۔ قافلے

ہمارے پاس سے گزرتے، جب ہمارے سامنے آتے تو ہم میں سے ہر ایک اپنی

چادر اپنے سر سے چہرے پر لٹکالیتی۔ پھر جب وہ گزر جاتے تو ہم پردہ پیچھے ہٹا لیتے۔

اس حدیث کو موصوف نے بھی اپنے رسالہ کے ص ۵۰ پر درج فرمایا ہے۔ اس سے دو

باتیں واضح ہوتی ہیں۔

(۱) حضرت عائشہ چہرہ کے پردہ کے معاملہ میں اتنی سخت تھیں کہ حالت احرام میں،

جب کہ چہرہ کھلا رکھنے کی اجازت ہے، بھی جانب سے چہرہ کا پردہ ضروری سمجھتی تھیں۔

(۲) حدیث میں لفظ مخن آیا ہے۔ اب اس مخن سے مراد صرف ازواج مطہرات لینے

کے لیے کوئی دلیل ہے۔ کیوں نہ اس سے یہ سمجھا جائے۔ کہ حضرت عائشہؓ کے ساتھ

دوسری مسلمان عورتیں بھی تھیں جو حالت احرام میں بھی چہرہ کا پردہ کیا کرتی تھیں۔ اور

یہی بات زیادہ قرین قیاس ہے۔

اسمار بنت ابی بکرؓ فرماتی ہو۔ کہ ہم مردوں سے اپنا چہرہ چھپایا کرتی تھیں اور اس سے

پیشتر (احرام کی حالت سے پہلے) کنگھی بھی کر لیا کرتی تھی۔

یہ حدیث موصوف نے اپنے رسالہ کے ص ۱۷ پر درج فرمائی ہے، لیکن ایسا معلوم

ہوتا ہے کہ یہ حدیث غلطی سے درج ہو گئی ہے۔ کیونکہ یہ حدیث آپ کے مؤقف کی پوری

پوری تردید کر رہی ہے۔ اس لیے کہ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ ورنہ نبوی میں موجود بھی تھیں

اور ازواج مطہرات میں سے بھی نہیں تھیں۔ ان دونوں باتوں کے باوجود وہ مردوں

سے چہرے کا پردہ بھی کرتی تھیں۔

ان تمام دلائل سے واضح ہے کہ عہد نبوی میں چہرہ کا پردہ ازواج مطہرات کے علاوہ عام مسلمان عورتوں میں بھی مروج تھا۔ اس میں اگر استثناء ہے۔ تو صرف یہ کہ لونڈیوں کے لیے پہلے کا پردہ ضروری نہ تھا۔ اور یہی کچھ صحابہ کرام بھی سمجھتے تھے۔ فتح خیبر کے بعد جو غلام اور لونڈیاں مسلمانوں کے ہاتھ لگیں ان میں سے صفیہ بنت جہی کو رسول اللہ نے اپنے لیے پسند فرمایا۔ صحابہ کرام نے یہ گمان کیا کہ اگر آپ نے صفیہ سے پردہ کرایا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ آپ اسے آزاد کر کے اپنی بیوی بنائیں گے اور اگر پردہ نہ کرایا تو لونڈی کے طور پر رکھیں گے۔ آگے حدیث کے الفاظ ہیں کہ:

رسول اللہ نے حضرت صفیہؓ کو کپڑے سے ڈھانپا اور اپنے پیچھے (اونٹ پر) سوار کیا اور اپنی چادر اس کی پشت اور چہرے پر ڈال دی اور اس کے ساتھ سفر کیا اور اس کو اپنی بیوی بنالیا۔^۱

پردہ کے مخالفین کے بعض دوسرے اعتراضات

۱۔ مردوں کے لیے غرض بصر کا حکم کیوں | اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ اگر عورتوں پر بصر کا حکم کیوں دیا گیا؟ واضح رہے اس اعتراض کو امپانی صاحب نے اپنے رسالہ میں ص ۳۲ پر درج فرمایا ہے اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ:

(۱) معاشرہ میں غیر مسلم قوانین بھی موجود ہوتی ہیں۔ جن کے لیے پردہ ضروری نہیں اور وہ عموماً تبرج الجاہلیہ کے پورے ساز و سامان کے ساتھ کھلے منہ پھرتی ہیں۔

(۲) ایسے اتفاقی واقعات بھی ممکن ہیں۔ کہ مسلم عورت بے حجاب ہو اور اس پر نظر جائے جیسے ہوا کی وجہ سے نقاب کا اٹھ جانا یا پھٹ پر سے کسی مرد کی نظر کسی ہمسایہ کی عورت پر پڑ جانا یا برسرِ راہ اتفاقاً ایک دم کسی ایک فریق کا سامنے آ جانا وغیرہ۔

(۳) حج کے دوران عورتوں کو ویسے ہی چہرہ اور ہاتھوں کو کھلا رکھنے کا حکم ہے۔ انہی وجوہ کی بنا پر عورتوں کے چہرہ کے حجاب کے باوجود مردوں کو بھی غرض بصر کا حکم

دیا گیا۔

۲۔ **حضرت عائشہؓ اور جنگ جمل** | اس واقعہ سے یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ عورت کا گھر اس کا مستقل مستقر نہیں بلکہ وہ بیرون خانہ سرگرمیوں میں حصہ لے سکتی ہے۔ یہ اعتراض درج ذیل وجوہ کی بنا پر غلط ہے۔

(۱) یہ واقعہ ایک استثنائی کی اور اضطراری امر تھا۔ شہادت عثمانؓ کے قصاص کے سلسلہ میں پوری امت مسلمہ دو گروہوں میں بٹ گئی تھی۔ قصاص چونکہ قرآن کا حکم ہے اس لیے حضرت عائشہؓ کو ایسے اہم اور بنیادی مسئلہ میں قصاص کا مطالبہ کرنے والوں کا ساتھ دینا پڑا۔

(۲) وہ خود اس جنگ میں شامل ہونے کے واقعہ کو اپنی غلطی تسلیم کر لیں تو پھر اعتراض کی کیا بات رہ جاتی ہے۔ چنانچہ عبداللہ بن احمد بن حنبل نے زوائد الزہد میں اور ابن المنذر ابن ابی شیبہ اور ابن سعد نے اپنی کتابوں میں مسروق کی یہ روایت نقل کی ہے کہ۔
جب حضرت عائشہؓ قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے اس آیت ”وَقَدْ فِي هَذِهِ نَسِيْتٌ“ پر پہنچی تھیں تو بے اختیار رو پڑتی تھیں یہاں تک کہ ان کا دوپٹہ بھیگ جاتا تھا۔ کیونکہ اس پر انہیں اپنی وہ غلطی یاد آ جاتی تھی جو ان سے جنگ جمل میں ہوئی تھی لہ

۳۔ **غیر محرم کے ساتھ سفر** | محرم کے بغیر سفر کے جواز میں حضرت ام حبیبہ ام المومنین کا وہ واقعہ سفر پیش کیا جاتا ہے۔ جو آپ نے صحابہ رسول اللہؐ کی میت میں غسل سے مدینہ تک اختیار کیا تھا۔ اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ سلام حبیبہ اودان کے خاوند عبید اللہ بن جحش دونوں ابتدائے اسلام میں مسلمان ہوئے اور حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ عبید اللہ دائم الخمر تھا۔ بعد میں اہل حبشہ کا عیسائی مذہب بھی اختیار کر لیا۔ گویا اس غریب اوطنی میں ام حبیبہ کا رہا سہا سہارا بھی جاتا رہا۔ رسول اللہؐ کو جب

لے (بحوالہ تفسیر القرآن ج ۴ ص ۹۱)

یہ صورت حال معلوم ہوئی۔ تو آپ نے عمرو بن امیہ الفہری کو ملک حبشہ میں بھیجا تا کہ ام حبیبہ کو رسول اللہ کی طرف سے نکاح کا پیغام دے۔ اس پیغام پر آپ اتنی خوش ہوئیں کہ اللہ کا شکر ادا کیا اور بطور شکرانہ اپنے جسم کا تمام زیور لونڈی کو عطا کر دیا۔ خطبہ نکاح خود ملک حبشہ نجاشی نے بھی پڑھا اور ام حبیبہ کے وکیل خالد بن سعید نے بھی۔ اور نکاح کے بعد نجاشی نے تمام حاضرین کو کھانا کھلایا۔ پھر آپ کو اصحاب رسول کی محبت میں مدینہ بھیج دیا گیا۔

اب دیکھئے کہ اس سے زیادہ بھی کچھ اضطراری حالات ہو سکتے ہیں؟ کیا شرعی احکام کی بنیاد اضطرار پر رکھی گئی ہے یا عام حالات پر؟ ام حبیبہ کا جب کوئی محرم موجود ہی نہ تھا تو کیا پھر وہ اکیلی سفر کرتیں؟ اضطراری حالت میں تو مردار کھانے کی بھی اجازت قرآن کریم سے ثابت ہے تو اس سفر کو۔ جو اکیلے بھی نہیں بلکہ اصحاب رسول اللہ کی معیت میں طے کیا گیا تھا۔ اعتراض کی بنیاد کیسے بنایا جاسکتا ہے؟

۴۔ معاشرہ کی پاکیزگی | یہ اعتراض دراصل حجاب شکنی کی راہ سہوار کرنے کیلئے ایک سوال کی شکل میں پیش کیا جاتا ہے۔ اور وہ سوال یہ ہے کہ:

اللہ تعالیٰ نے حجاب اور ڈھننے کی غرض یہ بیان فرمائی ہے کہ انہیں آوارہ مزاج اور بد معاش تنگ نہ کریں۔ اب اگر کسی معاشرہ میں یہ آوارگی اور بد معاشی ختم ہو جائے اور عورتوں کوئی دستائے اور نہ تنگ کرتے تو کیا پھر بھی حجاب کی ضرورت باقی رہ جائے گا۔

اب دیکھئے اس ”نہ بستانے کی دو ہی صورتیں تصور کی جاسکتی ہیں۔ ایک یہ کہ معاشرہ اخلاق اعتبار سے اتنی بلند سطح پر چلا جائے کہ کوئی مرد کسی عورت سے کبھی چھیڑ چپا نہ کرے۔ یہ صورت اس لیے محال ہے کہ جب دور نبوی میں ایسا معاشرہ قائم نہ ہو سکا۔ جس کا ثبوت ان آیات کے نزول کے بعد زنا اور حد زنا کے واقعات ہیں۔ تو پھر اگر کون سے دور میں ایسا پاکیزہ معاشرہ قائم ہو سکے گا۔ احکام ستر و حجاب کی تفصیل سے ایسے واقعات میں نمایاں کی ضرورت واقع ہو جاتی ہے۔ لیکن ان کا یکسر ختم ہو جانا ناممکنات سے ہے۔ اور اگر بغرض محال یہ تسلیم کر بھی لیا جائے کہ ایسا معاشرہ وجود میں آسکتا ہے۔ تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عورتوں کے چہرہ کے چھپانے پر اعتراض کی ضرورت کیا رہ جاتی ہے؟ جب کوئی

مرد کسی عورت سے تعرض کرنا پسند ہی نہ کرے تو اس کی بلا سے عورت چہرہ چھپائے یا نہ چھپائے۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ عورت کی فطرت کو اس حد تک مسخ کر دیا جائے کہ وہ اس ”چھپٹ چھاڑ“ کو تکلیف کے بجائے اپنی خوش بختی سمجھنے لگے اور اسے خوش آمدید کہے، جیسا کہ آج کل مغربی دنیا میں ہو رہا ہے۔ تو ایسی صورت میں واقعی حجاب کی ضرورت تو باقی نہیں رہتی لیکن یہ معاشرہ اخلاقی اعتبار سے ارذل ترین مقام تک جا پہنچے گا جسے معاشرہ جاہلیت کا نام ہی دیا جاسکتا ہے اسے معاشرہ اسلامی کہنا بھی اسلام کی توہین ہے۔

چند متفرق مباحث

بلحاظ احکام ستر و حجاب معاشرہ کی اقسام

ستر و حجاب کے احکام کے اطلاق کے لحاظ سے معاشرہ کو مندرجہ ذیل پانچ چار قسموں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

(۱) اجانب | اجنبی لوگوں سے مراد وہ غیر محرم مرد ہیں جن سے کسی قسم کی بھی رشتہ داری نہ ہو اور ان کا تعلق بالعموم گھر سے باہر کی دنیا سے ہوتا ہے۔ ایسے لوگوں سے چہرہ اور ہاتھوں کا پردہ بھی ضروری ہے۔ الایہ کہ کوئی ایسا عنصر موجود ہو جس کا ذکر استثنائی صورتوں میں کیا گیا ہے۔

(۲) محرم | محرم سے مراد وہ تمام رشتہ دار ہیں جن سے کسی عورت کا نکاح کلی یا جبری طور پر حرام ہو سوائے خاوند کے اور وہ یہ ہیں۔

(۱) خاوند (۲) باپ (۳) سر (۴) حقیقی بیٹے (۵) سوتیلے بیٹے (۶) بھائی (۷) بھتیجے (۸) بھانجے (۹) حقیقی چچا (۱۰) ماموں (۱۱) یہ گنتے میں تو صرف دس ہیں مگر ان کا تعلق بہت وسیع ہو جاتا ہے۔ وہ اس طرح کہ:

(۱) آباء کے مفہوم میں صرف باپ ہی نہیں بلکہ دادا اور نانا، پڑنا نانا سب آجاتے ہیں۔ ایک عورت کے لیے اس کے اپنے دودھیال یا نیتیاں کے بزرگ ہوں یا اپنے خاوند کے سب محرمات میں داخل ہیں۔

(ب) بیٹوں میں پوتے، پڑپوتے اور نواسے، پڑنواسے سب شامل ہیں۔ نیز سوتیلے بیٹوں

کی اولاد بھی حرمت میں شامل ہے۔

(ج) بھائیوں میں چھٹی اخائی اور علاقائی (یعنی) گے بھائی، اسوتیلے اور ماں جلتے بھائی سب شامل ہیں۔

(د) اسی طرح بھائی بہنوں کے بیٹوں سے مراد تینوں قسم کے بھائی بہنوں کی اولاد ہے۔ یعنی ان کے پوتے، پڑپوتے اور نواسے وغیرہ۔

پھر اس فہرست میں اتنی ہی تعداد رضاعت کے لحاظ سے رشتہ داروں کی شامل ہو جاتی ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ص نے فرمایا ہے کہ ”جو رشتے نسب کے لحاظ سے حرام ہیں۔ وہ رضاعت کے لحاظ سے بھی حرام ہیں۔“

اس ضمن میں درج ذیل حدیث بھی ملاحظہ فرمائیے۔

عن عائشة ان افلح اخا ابی القعیس جاء یتأذن علیہا وهو عتہا
من الرضاۃ بعد ان نزل الحجاب فاییت ان اذن لہ قلم جاء رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخبرته بالذی صنعت فامر فی ان اذن لہ لہ
حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ افلح ابو قعیس کا بھائی جو میرا دودھ چچا تھا۔ میرے ہاں آیا
اور اندر آنے کی اجازت چاہی یہ واقعہ پر وہ کا حکم آنے کے بعد کا ہے لہذا
میں نے اسے اجازت نہ دی۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو میں نے آپ
سے بیان کیا۔ آپ نے مجھے فرمایا کہ اسے اندر آنے کی اجازت دے دوں۔
ان محرمات میں سے اگر کسی رشتے میں شک پڑ جائے تو حجاب کے احکام لاگو ہو جائیں گے۔
اور اس کی مثال دور نبوی کا یہ واقعہ ہے کہ :

حضرت سودہ ام المؤمنین کا ایک بھائی لونڈی زادہ تھا۔ اس کے متعلق سعد بن
ابی وقاص کو اس کے بھائی عتبہ نے وصیت کی کہ اس لڑکے کو اپنا بیٹا سمجھ کر اس کی سرپرستی
کرنا۔ کیونکہ وہ دراصل میرے نطق سے ہے۔ یہ مقدمہ جب آپ کے پاس آیا تو آپ نے حضرت
سعد کا مقدمہ تو یہ کہہ کر خارج کر دیا کہ :

لہ (بخاری، کتاب الشہادت - باب علی الانساب الرضاۃ - مسلم، کتاب الرضاۃ)

لہ (بخاری، کتاب النکاح - باب بنی النفل)

الولد للفراش وللعاهر الحجر۔

بیٹا تو اس کا جس کے بستر پر پیدا ہوا اور زانی کے لیے پتھر (رجم) ہے۔
اور حضرت سودہ سے فرمایا کہ احتجیٰ مند یعنی آئندہ اس سے پردہ کیا کرو
کیونکہ یہ رشتہ اب مشتبہ ہو گیا تھا (متفق علیہ)

۳۔ خاوند کے رشتہ دار | خاوند کے رشتہ داروں سے مراد خاوند کے چھوٹے بڑے
بھائی یعنی جلیٹھ۔ دیور اور دوسرے رشتہ دار ہیں انہیں عربی میں ہو کہا جاتا ہے یہ رشتہ دار بھی غیر
محرموں میں داخل ہیں۔ ایسے رشتہ داروں کے پردہ کے معاملہ میں ہر دور میں خاصی غفلت ہتی
جاتی رہی ہے۔ کیونکہ ایسے رشتہ داروں کا گھروں میں بکثرت آنا جانا ہوتا ہے۔ رسول اللہؐ سے
خاوند کے متعلق سوال کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا۔

ایاکم والدخول علی النساء فقال رجل من الانصار یا رسول اللہ افرایت
الحرم؟ فقال: لا لعمول موت

خبردار! غیر عورتوں پر داخل نہ ہو کرو۔ ایک انصاری صحابی نے کہا یا رسول اللہ خاوند
کے رشتہ داروں کے متعلق کیا ارشاد ہے۔ آپؐ نے فرمایا: خاوند کے رشتہ دار تو
موت ہیں۔

۴۔ بیوی کے رشتہ دار | اس معاملہ کا دوسرا پہلو یہ بھی ہے کہ آیا بیوی کی بہن (سالی) کو
اپنے بہنوئی یا بزنبان پنجابی بیٹھو، سے پردہ کرنا چاہیئے، ہمارے معاشرے میں اس سوال کو خارج
از بحث سمجھ لیا گیا ہے۔ پھر صرف یہی نہیں سالی اپنے بہنوئی سے پردہ نہ کرے بلکہ ان کے آپس
میں کھلے دھلے مذاق اور چھیڑ چھاڑ کو مستحسن سمجھا جاتا ہے۔ جو بعض اوقات انتہائی فحاشی کی حد تک
پہنچ جاتا ہے۔ چنانچہ پنجابی معاشرہ میں یہ مقولہ ”سالی اچھی گھر والی“ اور ”بہنو جو ختم دو جا“
ایک ضرب المثل کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ اس مقولہ کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح بیوی

لے (بخاری۔ کتاب الفرائض۔ باب من اخا و ابن اخ)

لے (بخاری۔ کتاب النکاح۔ باب لا ینکح رجل

گھر کی مالک ہوتی ہے اسی طرح بیوی کی بہن بھی اس میں برابر کی شریک ہوتی ہے کیونکہ بیوی کا خاوند اس کا بھی خاوند ہوتا ہے۔

اس ضرب المثل پر بار بار غور فرمائیے اور اس کے عواقب و نتائج بھی سامنے لائیے کہ اس سے بڑی فحاشی بھی کوئی ہو سکتی ہے؟ پھر اگر احکام و ستر و حجاب کی علت نمائی بھی فحاشی کا انسداد ہے تو اس لحاظ سے بھنوتی سے ضرور پردہ کیا جانا چاہیئے۔

قرآن سے بھی یہ رہنمائی ملتی ہے کہ ”کسی کے نکاح میں بیویں بیک وقت جمع نہیں ہو سکتیں“ (۴۴) جس کا مطلب یہ ہو کہ مشروط طور پر محرمات میں داخل ہے۔ بالفاظ دیگر اس پر پردہ

واجب نہیں ہے جب تک بیوی کی بہن اس کے نکاح میں ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جہاں معاشرہ میں فتنہ اور بگاڑ کی یہ صورت حال ہو وہاں کیا کیا جائے ہمارے خیال میں مقتدلہ رویہ ہی ہونا چاہیئے۔ کہ جہاں فتنہ اور فحاشی کا خطرہ ہو وہاں پردہ واجب ہوگا اور جہاں ایسا خطرہ نہ ہو وہاں چہرہ اور ہاتھوں کا پردہ بھی ضروری نہیں۔

اس سلسلہ میں ہمیں ابوداؤد کی ایک حدیث بھی ملتی ہے جو یوں ہے کہ ایک دفعہ حضرت اسماء بنت ابی بکر (حضرت عائشہؓ کی بہن یا آپؐ کی سالی) باریک لباس میں ملبوس آپؐ کے سامنے آئیں تو آپؐ نے فوراً منہ پھیر لیا اور فرمایا۔

یا اسماء ان المرأة اذا بلغت المحيض لم يصلح لها ان یسوی منھا
الا هذا وهذا او اشار الی وجهه وکفیتہ له

اے اسماء! عورت جب بالغ ہو جائے تو اس کے لیے مناسب نہیں کہ اس کے جسم سے یہ اوریہ کے سوا کچھ دیکھا جاسکے اور آپؐ نے اپنے منہ اور پھیلیوں کی طرف اشارہ کیا۔

اس حدیث سے مندرجہ ذیل باتیں معلوم ہوتی ہیں۔

(۱) سالی کا اپنے بہنوتی سے چہرہ اور پھیلیوں کا پردہ نہیں ہے۔

سلفہ (ابوداؤد۔ کتاب اللباس۔ باب ما جاء فی ما تبدی المرأة)

(۲) چہرہ اور پھیلیاں ستر میں شامل نہیں۔

(۳) باریک لباس جو ساتر نہ ہو۔ یعنی جس سے جسم کے دوسرے اعضاء بھی نظر آئیں، حرام

ہے۔

لیکن مشکل یہ ہے کہ یہ حدیث مجروح ہے اور امام ابو داؤد نے خود بھی یہ کہہ کر بات واضح کر دی ہے کہ یہ روایت مرسل ہے ابی ہریرہؓ کا والد بن دہیک نے حضرت عائشہؓ کو نہیں پایا۔ علاوہ ازیں سند کے لحاظ سے اس روایت میں اور بھی چند علتیں ہیں۔ تاہم نتائج..... کے اعتبار سے یہ روایت درست ہے۔ کیونکہ بعض دوسری صحیح روایات بھی ان نتائج کی تائید کرتی ہیں۔

چہرے اور ہاتھوں کے ستر میں شامل نہ ہونے اور خیر ستر لباس کے حرام ہونے میں تو کسی کو کلام نہیں۔ رہا سالی کا بہنوئی سے حجاب کا مسئلہ تو یہ واقعہ احوال و ظروف کے لحاظ سے درست معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ ٹیڈ کے لگ بھگ کا واقعہ ہے جب حضورؐ کی عمر ۵۹، ۶۰ سال کے لگ بھگ تھی پھر آپؐ کو اپنی خواہشات پر کنٹرول بھی سب سے زیادہ تھا۔ ان باتوں کے باوجود یہ واقعہ ہمارے لیے کوئی اصولی رہنمائی پیش نہیں کرتا کیونکہ یہ حدیث قابل احتجاج نہیں۔ ہمیں اپنے سلسلہ میں اپنے احوال و ظروف کے مطابق خود فیصلہ کرنا ہوگا۔ کہ کس بگڑ چہرہ کا حجاب ضروری ہے اور کس جگہ اس میں رخصت ہو سکتی ہے۔

۵۔ باقی عام رشتہ دار | مندرجہ بالا تینوں اقسام رشتہ داروں کے بعد بھی دور و نزدیک کے کافی رشتہ دار باقی رہ جاتے ہیں جن کا گھروں میں اکثر آنا جانا ہوتا ہے۔ ایسے رشتہ داروں سے پردہ کے متعلق مختلف اور متضاد قسم کی احادیث ملتی ہیں۔ جن سے کسی حتمی نتیجہ پر نہیں پہنچا جاسکتا گویا اس میدان کو شریعت نے ہر ایک مسلمان کی اپنی صوابدید پر چھوڑ دیا ہے۔ اس معاملہ میں بھی پردہ کے تعین کے لیے دو باتوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے ایک عمر وں کا تفاوت دوسرے جنسی میلان کا غلبہ۔

یہ تو واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بوڑھی عورتوں کو پردہ سے رخصت دے دی ہے۔ لہذا اس کا مخاطب مرد خواہ کسی عمر کا ہو بچہ ہو، جوان ہو یا بوڑھا ہو، اس سے ٹھیک یا پردہ واجب

نہیں۔ اگرچہ مستحسن ضرور ہے۔ پھر بھی صورت اگر اس کے برعکس ہو۔ تو بھی احکام ایسے ہی ہوں گے یعنی ایک بوڑھے مرد سے جس کے شہوانی جذبات مرچکے ہیں اگر عورت پردہ نہ کرے تو بھی کوئی کھوج نہیں۔ خواہ وہ عورت خود جوان ہو یا بوڑھی۔ اگرچہ مستحسن صورت پھر بھی یہی ہوگی۔ کہ وہ پردہ کرے۔

ایک ہی عمر کے زوجان مردوں یا نوجوان عورتوں کے منفی میلانات میں بہت حد تک تفاوت مشاہدہ میں آتا ہے۔ اگر ایک ہی عمر کا ایک نوجوان مغلوب الشہوت ہے تو دوسرا اسی عمر کا اس کی نسبت بہت حد تک معفیف ہوتا ہے۔ یہی صورت حال عورتوں کے بارے میں بھی پائی جاتی ہے۔ اندر میں صورت حال شریعت کا مقتضا ہی یہ ہے کہ معاشرہ کو اس میدان میں ادا مرو احکام کی جکڑ بندیوں میں کسے کی بجائے اسے کھلا چھوڑ دیا جائے۔ اس نے فحاشی کے اسرار اور سد باب کے لیے رہنما اصول بیان کر دیے ہیں۔

۲۔ احکام سترو حجاب کی استثنائی صورتیں

سترو حجاب کے جو احکام بیان ہو چکے ہیں۔ ان میں یہ بات تو ایک قاعدہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ کہ لونڈیوں کو چہرہ اور ہاتھوں کے پردہ کی رخصت تھی۔ جن کا آج کی دنیا میں وجود باقی نہیں رہا۔ لہذا یہ رخصت بھی ختم ہو گئی۔ باقی استثناء کی صورتیں درج ذیل ہیں۔

۱۔ **اتفاقات** | یہ کئی طرح کے ہو سکتے ہیں۔ مثلاً ہوا کے جھونکے سے عورت کا کپڑا اڑ جانا اور اس کی زینت یا چہرہ کا لٹکا ہونا اور اس پر کسی کی نظر پڑ جانا یا چھت پر چڑھنے سے کسی دوسرے گھر کے صحن میں نظر پڑ جانا یا رستہ میں مرد وغیرہ نہ ہونے کی صورت میں عورت کا پروٹھا لٹا پھر اتفاقات کسی مرد کا سامنے آ جانا۔ علاوہ ازیں غیر مسلم عورتیں جو سرے سے پردہ کی قائل ہی نہیں ان پر نظر پڑ جانا وغیرہ وغیرہ ایسی تمام صورتوں میں حکم یہ ہے۔ کہ اتفاقی نظر معاف ہے۔ مگر اس کے بعد جو دوسری بار ارادۂ نگاہ اس طرف اٹھے گی تو

وہ قابل گرفت ہے۔ اور کسی کے گھر میں بھانجنا تو اتنا شدید جرم ہے کہ اگر صاحب خانہ اس جرم کے عوض کسی بھی چیز سے مجرم کی آنکھ پھوڑے تو اس پر کوئی بہر جانہ نہیں۔

۲۔ ضرورت یا افادیت | افادیت کے پیش نظر منگنی سے پیشتر میاں بیوی کا ایک دوسرے کو دیکھ لینا مستحب ہے۔ خواہ یہ کام گوشش سے ہی کرنا پڑے۔

اور ضرورت یہ ہے کہ عورت معالج یا ڈاکٹر کے سامنے علاج کی غرض سے چہرہ یا ہاتھ تو درکنار اپنے جسم کا کوئی بھی حصہ بے نقاب کر سکتی ہے۔ اسی طرح اگر کسی وقت جنگ کے درمیان عورتوں کی خدمات کی ضرورت پڑ جائے تو عورتوں سے ستر و حجاب کے احکام حسب ضرورت اٹھ جائیں گے حتیٰ کہ وہ اپنی پنڈلیاں بھی بوقت ضرورت نکال کر سکتی ہیں۔ تفتیش جرائم کے سلسلہ میں عورتوں کے مقامات ستر و حجاب کو ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ اضطرار کی گئی صورتیں ہیں مثلاً۔

۳۔ اضطرار | بعض عورتیں اور بالخصوص بیوائیں بعض اوقات اپنا یا اپنے بچوں کا پیٹ پالنے کے لیے کام کاج کرنے پر مجبور ہوتی ہے۔ انہیں اگر چہرہ یا ہاتھ یا کلائی کا کچھ حصہ ظاہر کرنا بھی پڑے تو ان پر سواخذہ نہیں۔ بشرطیکہ زیب و زینت نہ کی گئی ہو، جو ایسی صورت حال میں ان عورتوں کے لیے ممکن بھی نہیں۔

۲۔ اتفاقی حادثات۔ مثلاً کسی کے گھر میں آگ لگ جائے۔ یا سیلاب کی صورت ہو۔ یا کوئی عورت ڈوب رہی ہو۔ یا مکان کی چھت گر جائے وغیرہ وغیرہ تو ایسی صورتوں میں ستر و حجاب اور استیدان کے تمام احکام ختم ہو جاتے ہیں۔ بلکہ ان پر عمل کرنا کارثواب اور فرض ہوتا ہے۔

۳۔ دوران جنگ بھی زخمیوں کو اٹھانے کے سلسلے میں ایسے مواقع پیش آ سکتے ہیں خواہ عورتیں مردوں کو اٹھائیں اس کے برعکس صورت ہو۔

۳۔ احکام ستر و حجاب کی پابندیاں عورتوں پر زیادہ کیوں؟

حقیقی میلان اگرچہ عورت اور مرد دونوں میں پایا جاتا ہے۔ تاہم اس میلان کی کمیت

اور طریق کار ان دونوں پہلوؤں سے مرد و عورت کے اس میلان میں فرق ہے۔ کمیت کا فرق یہ ہے کہ عورت اپنی زندگی کے بہت سے لمحات میں جنسی میلان سے نفور ہوتی ہے۔ جب کہ مرد کسی وقت بھی ایسے میلانات سے نفور نہیں ہوتا۔ جب بھی موقعہ میسر آجائے فوراً اس کے سفتی جذبات حرکت میں آجاتے ہیں۔ اسی فرق کی وجہ سے غصہ بصر کے معاملہ میں عورت کے لیے کچھ رعایت ملحوظ رکھی گئی ہے۔ اگرچہ غصہ بصر کا حکم دونوں کو ایک جیسا ہے۔

اور طریق کار کا فرق یہ ہے کہ زیب و زینت اور آرائش حسن و جمال کا جذبہ عورت کی فطرت میں مرد کی نسبت بدرجہا زیادہ ہوتا ہے۔ وہ بن سحر کر دعوت نظارہ دیتی ہے۔ جس سے مرد کے صنفی جذبات میں تحرک پیدا ہو جاتا ہے۔ اس لحاظ سے اگر یہ کہا جائے کہ فحاشی کی طرف پیش قدمی عورت کی طرف سے ہوتی ہے تو بے جا نہ ہوگا۔ اگرچہ پھیڑ پھاڑ اور زنا کی طرف عورت اپنی فطری حیاء و انانیت کے باعث پیش قدمی نہیں کرتی تاہم اس فحاشی کے ابتدائی مراحل عورت کی طرف سے وقوع پذیر ہوتے ہیں۔ لہذا شریعت نے احکام ستر و حجاب کے سلسلہ میں عورت پر ہی زیادہ پابندیاں عائد کی ہیں۔

جو یہ ہیں۔

(۱) مرد کے مقامات ستر صرف ناف سے گھٹنوں تک ہیں۔ جبکہ عورت کا سارا جسم، ماسواۃً چہرہ اور ہاتھوں کے مقامات ستر ہیں۔

(۲) عند الضرورت حجاب یعنی چہرہ اور ہاتھوں کو چھپانے کے احکام عورتوں سے متعلق ہیں۔ مردوں سے نہیں۔

(۳) آرائش حسن و جمال پر پابندی

(۴) لوح دار اُوز پر پابندی۔

(۵) خوشبو لگا کر باہر نکلنے پر پابندی

(۶) پاؤں کی جھنکار اور دوسری دلکش اداؤں اور حرکات پر پابندی۔ اور (۷) اکیلے سفر کرنے پر پابندی۔

چند مزید وضاحتیں

ہم پہلے بھی بتلا چکے ہیں کہ حجاب کے احکام بذاتہ مقصود نہیں۔ بلکہ اسکا مقصد تا حد امکان فحاشی کا انداد ہے۔ اور اس چیز کو مثالوں سے بھی واضح کیا گیا تھا کہ احوال و ظروف کی بنا پر کیونکر ان احکام میں شدت اور رخصت پیدا ہو جاتی ہے۔ اب ہم چند ایسی مثالیں بیان کریں گے کہ بعض دفعہ نہایت واضح احکام رخصت کی موجودگی میں بھی انسان کو مزید احتیاط کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔

(۱) ماں سے نکاح | ماں کا بیٹے سے یا بیٹی کا باپ سے نبض صریح قرآنی کوئی پردہ نہیں ہے۔ وجہ یہ ہے کہ عام حالات میں ایسے رشتوں کے درمیان شہوانی میلان نہیں بابا جہاں لیکن یہ بات ناممکنات میں سے نہیں۔ جب لواطت اور حیوانوں سے جماعت کا وجود ثابت ہے تو محرمات سے زنا بھی ثابت ہے۔ اور سب کی سزا قتل ہے (ترمذی) حتیٰ کہ عہد نبوی میں ایک واقعہ یوں بھی ہوا کہ کسی شخص نے باپ کے مرنے کے بعد ماں سے نکاح کر لیا تھا۔ برابر بن عازب کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ اپنے ماموں عاتث ابن عمر کو دیکھا اسی کے ہاتھ میں جھنڈا تھا۔ میں نے صورت حال پوچھی تو کہنے لگے کہ رسول اکرم نے مجھے فلاں شخص کے پاس روانہ کیا ہے۔ اس نے اپنے باپ کی بی بی کے ساتھ اس کے مرنے کے بعد نکاح کر لیا ہے۔ چھوڑنے مجھے حکم دیا ہے کہ میں جا کر اس کو قتل کر دوں لے

لہذا ایسی صورت میں حجاب کے بجائے احتیاب ضروری ہو جاتا ہے۔

(۲) امر و پرستی | دوسری صورت یہ ہے کہ اگرچہ نبض صریح قرآنی مرد کا مرد سے حجاب نہیں۔ لیکن جس طرح ایک خوبصورت عورت کا چہرہ مردوں کو فتنہ میں مبتلا کر سکتا ہے اسی طرح ایک خوبصورت اور بے لیش لڑکے کا چہرہ بھی مبتلا کر سکتا ہے۔ ایسی صورت میں فقہاء نے مردوں کے لیے غص بصر کا تاکید حکم دیا ہے اور وہ لڑکا عورت کے حکم داخل ہوتا ہے۔ رد المحتار میں

لے (ترمذی) ابواب الحمد۔ باب فیمن یقول للآخر یا معنث

ہے۔ فانه محترماً النظر الى وجهها ووجه الامر اذا مشك في الشهوة له

جنسی میلان کا خطرہ ہو تو اس وقت عورت اور مرد کے چہرہ پر نگاہ ڈالنا حرام ہوتا ہے۔
اعتدال کی راہ | اگرچہ بشریت مطہرہ نے حجاب کے اکثر احکام کا ذکر کر دیا ہے۔ تاہم
احوال و ظروف کا احاطہ ممکن نہیں۔ لہذا مسلمان کو چاہیئے کہ حجاب کے اصل مقصد کا خیال
رکھے۔ اور حجاب کے سلسلہ میں نہ تو اتنا تشدد ہو کہ جہاں شریعت نے پابندی نہیں
لگائی اور جنسی میلان کا خطرہ بھی نہ ہو وہاں بھی حجاب کی سختی سے پابندی کرائے۔ اور نہ
اتنا نرم ہو کہ فحاشی کے امکانات کے باوجود پردہ کے احکام میں رخصتیں تلاش کرتا پھرے۔
بہر حال یہ باتیں گھر کی چار دیواری کے اندر سے تعلق رکھتی ہیں اور جہاں تک بیرونی دنیا کا
معاطلہ ہے۔ تو عورت پر بہر حال چہرہ اور ہاتھوں کو بھی ڈھانپنا ضروری ہے۔

البتہ چار احکام ایسے ہیں جو مرد و عورت دونوں کے لیے مشترک ہیں۔

- (۱) غیر ساتر لباس پر بندی۔
- (۲) نظر بازی پر پابندی غرض بصر کی حد تک اکس عورتوں کے لیے رعایت ہے۔
- (۳) اہل خانہ سے اجازت لے کر گھروں میں داخلہ۔ اپنے گھر میں داخلہ کی حد تک عورتوں کو رعایت ہے۔

(۴) عورتوں کو مردوں کی سی اور مردوں کو عورتوں کی ہیئت اور وضع قطع اختیار کرنے پر پابندی:

۴۔ پردہ پر مستشرقین کے اعتراضات کا جائزہ

ہم پہلے بتلا چکے ہیں کہ پردہ کے احکام کی حکمت اور علت غائی ”فواحش سے

لے (اسلام کا نظام عفت و عصمت ص ۳۱۴)

اجتناب ہے۔ لیکن تہذیب مغرب کا اصل ہدف ہی بے حیائی اور فحاشی کا فروغ ہے۔ اب مشترعین کی تقلید میں ہمارا مغرب زدہ طبقہ کھل کر تو سامنے نہیں آتا۔ بلکہ اپنے اعتراضات کو عقلی دلائل کے حوالے سے پیش کر کے پردہ کے خلاف صف آرا نہ ہوتا ہے۔

یہاں ہم ان کے چند اعتراضات کا جائزہ لیتے ہیں۔

۱۔ امتناع سے حرص میں اضافہ | وہ کہتے ہیں کہ انسان کی فطرت ہے کہ جس کام سے اسے منع کیا جائے۔ اس پر وہ حرص ہوتا ہے۔ اگر عورتیں مردوں سے چہرے چھپائیں گی تو مردوں کو انکا چہرہ دیکھنے کی ہوس بڑھے گی۔ اور اگر بے حجاب ہوں گی تو یہ ایک عادت سی بن جائے گی۔ لہذا کسی شخص کو عورت کا چہرہ دیکھنے کی ہوس ہی ختم ہو جائے گی۔

مندرجہ بالا اعتراض میں جو اصول پیش کیا گیا ہے وہ اصول ہی غلط ہے پھر اس پر جو نتیجہ پیش کیا گیا ہے۔ وہ غلط تر ہے۔

اصول اس لحاظ سے غلط ہے کہ مثلاً انسان کو مردار کھانے سے منع کیا گیا ہے۔ لیکن اس کی طرف کوئی بھی مائل نہیں ہوتا۔ یہ اصول دو مشروطوں کے ساتھ ہی تسلیم کیا جاسکتا ہے۔ ایک یہ کہ جس چیز سے انسان کو منع کیا گیا ہے وہ اسکے لیے مرغوب بھی ہو۔ اور دوسرے یہ کہ اس مرغوب کا کوئی بدل بھی موجود نہ ہو۔ مثلاً مال و دولت سے انسان کی رغبت ہے۔ لیکن حرام قسم کے مال سے منع کیا گیا ہے۔ یہ اس لیے ہے کہ مال حلال کے ذرائع... موجود ہیں۔ لہذا مال حرام سے بچنے کا حکم چوری یا ڈاکہ اور دیگر ناجائز ذرائع کا سبب نہیں بن سکتا۔ بلکہ اگر کوئی ایسا کرے گا تو یہ اللہ کے حکم کی نافرمانی اور عصیان ہوگا۔

پھر اس کلیہ کا پیش کردہ نتیجہ کہ مرغوب چیز مل جانے پر اسکی ہوس ختم ہو جاتی ہے، غلط تر ہے کیونکہ بسا اوقات نتیجہ اس سے بالکل الٹ ثابت ہوتا ہے۔ مثلاً اگر مال مل جائے۔ تو حرص اور بڑھتی ہے کم نہیں ہوتی۔ خواہ اس مال کے حصول کے ذرائع جائز ہوں یا ناجائز۔ اسی طرح اگر بے حجابی عام ہو۔ تو جتنے اشخاص کو جتنے چہرے مرغوب نظر آئیں گے۔ وہ ان کے پیچھے پڑیں گے۔ اور ناجائز ذرائع سے جو ملاقاتوں۔ چھیڑ چھاڑ اور گھٹکوں کا سلسلہ

شروع ہوگا تو پھر رکے گا نہیں بلکہ زمانہ تک نوبت پہنچے گی۔ پھر یہ مسئلہ ایک بار کے ”وصل سے بھی حل نہ ہوگا بلکہ حرص اور بڑھتی جائے گی۔ لہذا بے حجابی کی اس مہم کا سلسلہ صرف بے حجابی پر ہی ختم نہ ہوگا بلکہ یہ اپنی انتہائی حدود تک پہنچ کر ہی دم لے گا۔ اور ہمارے ہاں بھی فحاشی سے لبریز ایسا ہی معاشرہ قائم ہو جائے گا جیسا کہ مغربی ممالک میں ہے۔

۲۔ **قفس** | دوسرا اعتراض یہ ہے کہ عورتوں کو گھروں میں بند رکھنے کا مطلب ان کا حبس دوام ہے۔ جو ظلم ہے اس اعتراض کو بڑھاپہ ڈھا کر خواہ مخواہ بھیانک صورت میں پیش کیا جاتا ہے۔ عورتوں کی ضروریات کا اسلام نے پورا پورا لحاظ رکھا ہے اور اسے ضروریات کے لیے گھر سے باہر جانے کی اجازت ہے جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں۔ لہذا یہ اعتراض ہی ناقابل تسلیم ہے۔ ہاں اسلام عورتوں کے ادارہ پھر نے چھوٹی موٹی چیزوں کی خرید و فروخت کے بہانہ بازاروں کی گشت کرنے خطوط جگہوں میں پکنک منانے، کلب گھروں اور ہوٹلوں میں جانے اور بغیر حرم سفر کرنے سے ضرور منع کرتا ہے۔ کیونکہ یہ تمام امور پردہ کی علت پر براہ راست حملہ آور ہوتے ہیں۔

۳۔ **تعلیم نسواں** | تیسرا اعتراض یہ ہے کہ بچوں کی تربیت کے لیے ماؤں کا تعلیم یافتہ ہونا ضروری ہے۔ اگر عورت کیوں پردہ میں رکھا جائے تو وہ تعلیم حاصل نہیں کر سکتی۔

یہ اعتراض تجربہ اور مشاہدہ دونوں کے خلاف ہے۔ تجربہ کے خلاف اس لیے کہ امت مسلمہ میں ایسی بے شمار عورتیں موجود رہی ہیں جو علم و فضل کے لحاظ سے آفتاب و مہتاب کی حیثیت رکھتی ہیں۔ دور صحابہ و تابعین اور مابعد کے ادوار میں بھی، ایسی عورتوں کے تذکرے کتابوں میں موجود ہیں۔ ان سب نے پردہ میں رہ کر ہی تعلیم حاصل کی تھی۔ اور ان کی فہرست اتنی طویل ہے کہ یہ مختصر رسالہ ان کے حروف نام تک گنانے کا بھی تحمل نہیں۔ اور مشاہدہ کے خلاف اس لیے کہ آج بھی لڑکیاں باپردہ ذکر اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم حاصل کر رہی ہیں۔ خواہ یہ تعلیم دینی علوم سے متعلق ہو یا عصری علوم سے یا دونوں سے۔ دوز جانے کی ضرورت نہیں میں ایسی مثالیں اپنے گھر سے پیش کر سکتا ہوں۔

۴۔ صحت کی خرابی | ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ عورتوں کے گھر میں رہنے اور تازہ آب و ہوا نہ ملنے کی وجہ سے ان کی صحت خراب ہو جاتی ہے۔

اب دیکھیں جیسی یہ حضرات تازہ ہوا عورتوں کو دلوانا چاہتے ہیں وہ تو صرف کسانوں کو کہتے ہیں کہ صحت خراب ہوتی ہے۔ دوسرے لوگ جو اپنی دکانوں، کارخانوں، فیکٹریوں یا دفاتروں میں کام کرتے ہیں۔ وہ بھی محبوس ہی ہوتے ہیں۔ مردوں کو بھی اسی وقت اسی گھر میں محبوس رہنا پڑتا ہے۔ جس گھر میں عورت محبوس ہوتی ہے۔ تازہ ہوا نہ عورت کو ملتی ہے نہ مرد کو۔ پھر اکیلی عورت کیسے مظلوم ہوئی؟ تازہ آب و ہوا کی کمی کی وجہ سے عورت کی صحت اگر خراب رہتی ہے تو مرد کی بھی اس اصول کے مطابق ضرور خراب رہنی چاہیئے، ماسوائے کسانوں یا ان لوگوں کے جو کھلی ہوا میں کام کرتے ہیں۔

آج کل صحت فی الواقع خراب ہے عورتوں کی بھی اور مردوں کی بھی لیکن اس کی وہ وجہ نہیں جو یہ حضرات باور کرانا چاہتے ہیں۔ اگر اس خرابی صحت کی وجہ پردہ اور گھر میں بند رہنے کی وجہ سے تازہ ہوا کی کمی ہوتی۔ تو آج سے پچاس ساٹھ سال پہلے یا اس سے بھی قبل لوگوں کی صحت خراب ہوتی۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس دور میں نہ عورتوں کی صحت خراب ہوتی تھی نہ مردوں کی۔ اور آج دونوں کی خراب ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ اس خرابی صحت کی وجہ کچھ نہ کچھ ہے ضرور جسے یہ جاب شکن حضرات مخفی رکھنا چاہتے ہیں۔

اس خرابی صحت کی اصل وجہ وہ مسلسل جنسی ہیجان ہے۔ جو معاشرہ میں ہر سو پھیلی ہوئی بے حیائی کے نتیجہ میں عورت اور مرد دونوں کو لاحق رہتا ہے، یہ عام بے پردگی اور بے حیائی، یہ فحش ناول اور ٹریجر، یہ اخباروں اور اشتہاروں پر عورت کی دلکش تصاویر، گلاب گھر، تفریح گاہیں۔ ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر رقص و سرود کے پروگرام اور زہد شکن گانے، یہ تعلیم اور ثقافت کے مخلوط ادارے۔ ہسپتالوں میں نرسوں کا وجود اور ہوائی جہازوں میں مہمان آؤ وٹوں کا وجود۔ کوئی ایسی چیز ہے جو اس جنسی ہیجان کو ہر وقت متحرک نہیں رکھتی۔ اور اس جنسی ہیجان کے ہر وقت متحرک رہنے کے نقصانات اگر آپ کو معلوم نہیں تو کسی ڈاکٹر سے پوچھ لیجیے۔

اب خاص خانگی اور گھریلو زندگی کی طرف آئیے۔ جس پر کسی کو اعتراض کی بھی گنجائش

کم ہوتی ہے۔ میاں بیوی کا ظاہری حجاب ایسے ماحول کی وجہ سے بہت حد تک پہلے ہی رخصت ہو چکا ہوتا ہے۔ رہی سہی کسر والدین نکال دیتے ہیں۔ منگنی کے موقع پر ہی میاں بیوی کو سب کے سامنے ایک ساتھ بٹھایا اور کھلایا پلایا جاتا ہے۔ اور ان کی فوٹو اتاری جاتی ہے۔ اور اگر منگنی پر ایسا موقع نہ بن سکے تو نکاح کے دن یہ فریضہ سرانجام دیا جاتا ہے۔ پھر اس نئے بیابنا جوڑے کے لیے پہلے ہی ایک الگ اور نرین آراستہ پرستہ کمرے کا انتظار م کر دیا جاتا ہے۔ پہلے ان کے لیے دو چار پائیاں یا دو پلنگ ہوتے تھے جو ساتھ ساتھ جوڑ دیے جاتے تھے مگر آج کل پلنگ ہی ایک بنایا جاتا ہے۔ تاکہ رات کے کسی لمحہ میں بھی میاں بیوی کے الگ رہنے کا تصور تک بھی باقی نہ رہے۔ اس مسلسل جنسی بیجان کی وجہ سے زیادہ تر نقصان کا شکار عورت ہی ہوتی ہے (جس کے والدین نے ایک پلنگ مہیا کیا تھا) اس سے ایک تو ہر سال کے بچے پیدا ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ دوسرے عورت کی صحت اتنی کمزور ہو جاتی ہے۔ کہ وہ وحل و حزن کے فطری طریقہ کے قابل ہی نہیں رہتی۔ بلکہ یہ بچے بذریعہ آپریشن ہسپتالوں میں پیدا کیے جاتے ہیں۔

جب تک ہمارے معاشرے کی فضا اس عام پھیلی ہوئی بے حیائی اور فحاشی سے مسموم نہ ہوئی تھی۔ بچوں کی پیدائش کا درمیانی عرصہ کم از کم اٹھائی سال ہو کر چلتا تھا۔ جب یہ وقفہ کم ہونے لگا تو خاندانی منصوبہ بندی کا حکمہ اس پر کنٹرول کرنے کے لیے معرض وجود میں آیا۔ اب قدرت کی شان بے نیازی ملاحظہ فرمائیے کہ جب سے یہ حکمہ وجود میں آیا ہے۔ اس کے منفی نتائج ہی سامنے آ رہے ہیں۔ وقفہ پیدائش کم ہوتے ہوئے ایک سال رہ گیا ہے۔ اور بیک وقت دو بچوں کی پیدائش بکثرت واقع ہو رہی ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ برتھ کنٹرول کی گولیوں کے استعمال نے جہاں ایک طرف بدکاری کو فروغ بخشا ہے تو دوسری طرف ان گولیوں کے استعمال سے عورتوں کی صحت بری طرح متاثر ہوئی ہے۔ بچہ کی پیدائش کے وقت بچہ کی فکر نہیں ہوتی بلکہ فکر یہ دامن گیر ہوتی ہے کہ ماں ہی کہیں اس حادثہ کا شکار نہ ہو جائے۔

اب غالباً آپ سمجھ چکے ہوں گے کہ لوگوں اور بالخصوص عورتوں کی صحت کی خرابی کی اصل وجہ کیا ہے؟

۵۔ انسانی تقاضے | کہا جاتا ہے کہ انسان کی ضرورتیں لابدی ہیں۔ بھوک - نیند اور جنسی ملاپ۔ ان کو اگر پورا نہ کیا جائے تو انسان کی صحت بری طرح متاثر ہوتی ہے۔

نیند تو ہر حال ہر ایک سے اپنا حق وصول کر ہی لیتی ہے۔ بھوک کا معاملہ یہ ہے کہ اگر وہ بھوک کے وقت گھر پر نہیں تو بازار سے، ہوٹل سے عزیز و اقارب کے ہاں ہو تو وہاں سے غرض کسی بھی جگہ سے اپنی یہ ضروریات پوری کر ہی لیتا ہے۔ اور اس کے لیے محض اپنے گھر کا محتاج نہیں ہوتا۔ تو یہی ضرورت غذائی بھوک کی ہے ویسی ہی جنسی بھوک کی بھی ہے۔ لہذا۔ صرف بیوی سے ہی ملاپ کا تصور غیر فطری ہے۔ نیز اگر کسی کو بیوی بھی میسر نہ آ سکے تو وہ کیا کرے۔

اس اعتراض میں غذائی بھوک اور جنسی بھوک کو ایک ہی سطح پر رکھ کر پیش کیا گیا ہے۔ حالانکہ یہ بات اصولی طور پر غلط ہے۔ اور اس کی وجہ درج ذیل ہیں۔

(۱) غذائی بھوک کا اس کے سوا کوئی علاج نہیں کہ پیٹ کا تھوڑا سا پر کیا جائے۔ لیکن جنسی بھوک کا علاج قدرت نے از خود دے دیا ہے۔ جب انسان میں مادہ منویہ زیادہ ہو تو بذریعہ اختلام یہ مادہ خارج ہو جاتا ہے۔ اور یہ جنسی بھوک از خود کم ہوتی رہتی ہے۔

(۲) جنسی بھوک کو کم غوری اور روزہ رکھنے کے ذریعہ بھی کم کیا جاسکتا ہے۔ لیکن غذائی بھوک کا شکم پوری کے سوا کوئی علاج نہیں ہوتا۔

(۳) غذائی بھوک از خود پسیدہ ہوتی ہے۔ جب کہ جنسی بھوک کو پسیدہ کیا جاتا ہے۔ آپ خود کو شہوانی خیالات اور ماحول سے محفوظ رکھ سکتے ہیں اور اگر آپ شہوانی جذبات کے ماحول میں مستغرق ہونے کے بجائے دوسرے مفید کاموں میں اپنے آپ کو مصروف رکھیں گے۔ تو یہ جنسی بھوک بیدار ہی نہ ہوگی۔ اور اگر آپ ایسے ہی شہوانی خیالات اور ماحول میں مستغرق رہیں گے۔ تو یہ جنسی بھوک اپنے شباب پر پہنچ جائے گی۔ گویا اس جنسی بھوک کو پسیدہ کرنا، نہ کرنا اعتدال پر رکھنا اور پروان چڑھانا بہت حد تک انسان کے اپنے اختیار میں ہوتا ہے۔ جب کہ غذائی بھوک پر کنٹرول انسان کے اپنے اختیار میں نہیں ہوتا۔

ہمارے اس دعویٰ کی تصدیق کے لیے کافی ثبوت ہیں کہ آج کے معاشرہ میں

بھی آپ کو کئی ایسے تعلیم حاصل کرنے والے نوجوان اور عظیم بچے کافی تعداد میں مل سکتے ہیں کہ جن کی پچیس پچیس سال کی عمر تک شادی نہیں ہوتی۔ ان کی زندگی بے داغ ہوتی ہے۔ حالانکہ جنسی جذبات دس گیارہ سال کی عمر کے بعد سیدار ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔

۶۔ غیرت کو چیلنج | اعتراض یہ ہے کہ اگر عورتیں مردوں سے نجی شے کے ڈر سے منہ پھپاتی ہیں۔ تو گویا وہ سارے معاشرہ کو بد معاش اور خائن تصور کرتی ہیں عورت کا مردوں سے منہ چھپانا فی الحقیقت مردوں کی غیرت کو چیلنج اور ان کے منہ پر پتھر سید کرنے کے مترادف ہے۔

اس اعتراض کی صورت یہ ہوتی کہ جب آپ اپنے مال کی حفاظت کے لیے اپنے بکس یا گھر کو تالا لگاتے ہیں تو کیا آپ اس وقت یہ سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ معاشرہ پورے کا پورا ہول اور ڈاکوؤں پر مشتمل ہے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ آپ یہ سمجھ کر تالا لگاتے ہیں کہ مال کو غیر محفوظ دیکھ کر کسی مفت میں مال اڑانے والے دل کے مریض کی نیت میں فتور نہ آجائے۔ لہذا احتیاط یہی ہے۔ کہ مال کو محفوظ کر دیا جائے۔ اسی طرح اگر کوئی حکومت انسداد جرائم کی غرض سے پولیس اور عدالت کا محکمہ قائم کرتی ہے تو کیا وہ یہ سوچ کر کرتی ہے۔ کہ چونکہ پوری کی پوری مملکت بد معاش اور جرائم پیشہ ہے لہذا ان محکموں کا قیام ضروری ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ ان محکموں کے قیام کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص دوسروں کے حقوق پر ڈاکہ ڈالتا ہے۔ تو اس کو کفر کردار تک پہنچایا جاسکے تاکہ دوسروں کو عبرت ہو۔

اسی طرح عورت جب پردہ کرتی ہے۔ تو اس کے دل میں یہ خیال نہیں ہوتا کہ مردوں کی تمام تر جنس۔ جنسی مرض کا شکار رہے۔ بلکہ وہ اس لیے کرتی ہے کہ اگر کسی کے دل میں جنسی روگ ہے، بھی تو اس کی شکل و صورت دیکھ کر اس کی طرف باطل ہونے کی کوشش نہ کرے۔ عورت کا پردہ واقعی مردوں کے منہ پر پتھر ہے لیکن صرف ایسے مردوں کے منہ پر جو جنسی روگ میں مبتلا ہوتے ہیں۔ اور عورت کے پردہ کو اپنے منہ پر پتھر کے مترادف سمجھتے ہیں۔